مولانا مودودی اور سیدنا عثمان غنیؓ

4

مملوکہ محمد سراج الحق غفرلہ

محمد سراج الحق مچھلی شہری

Price Rs. 2/-

مصنف کا ذاتی نسخہ

مولانا مودودی اور سیّدنا عثمانؓ غنی

از

(مولانا) سراج الحق مچھلی شہری

ناشر

مُبین احمد مچھلی شہری، پیری کلاں وارانسی

مصنف :- (مولانا) سراج الحق مچھلی شہری

پرنٹر :- اسرار کریمی الہ آباد

پبلشرز :- مبین احمد مچھلی شہری ٦٥/٤٣٥ پیری کلاں وارانسی

قیمت :- ٢ دو روپے ٢/-

ملنے کے پتے

محمد سراج الحق ٦٣٥ حسن منزل الہ آباد

مفتاحی اکیڈمی - مئو ناتھ بھنجن اعظم گڈھ

باسمہ سبحانہٗ

عرضِ مصنّف

(۱) دوسروں کا حال تو میں جانتا نہیں خود میرا تجربہ کئی صدیوں کے بنو فاطمہؓ[1] کے متعلق یہ ہے کہ ان میں سے ننانوے فیصد کے عقائد بعض حضراتِ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارہ میں سبائیہ کے عقائد سے بہت قریب اور اہلسنت والجماعت کے عقائد ثابتہ سے بہت دور ہوتے ہیں۔ اور بعض وقت تو ۔ اللہ مجھ پر رحم فرمائے ۔ مجھے ان کے عقائد خود حضرات شیخینؓ تک کے بارہ میں بھی کچھ ضابطۂ شریعت کی محض خانہ پُری ہی سے معلوم ہوئے اور محسوس ہوا کہ کسی مجبوری سے بجبر و اکراہ شیخینؓ کی مدح کر رہے ہیں

---

[1] اولاد فاطمہؓ کے لئے صحیح نسبتی لفظ "فاطمی" ہے ان کو اہلبیت کہنا گو صحیح ہے مگر اس شرط سے کہ اس کے ساتھ حدیثی کا لفظ بھی ہو اور اہلبیت حدیثی کہا جائے ۔ مگر سید کہنا صحیح نہیں کیونکہ اس کا کوئی ثبوت کتاب و سنت سے نہیں ملتا ۔ عموماً تین ارشاداتِ رسولؐ کو اس سلسلہ میں پیش کیا جاتا ہے کہ (۱) حضورؐ نے اپنے بارہ میں فرمایا انا سیدُ ولد آدم تو اس میں تو حضورؐ نے اپنے منصب ختمِ نبوت کی طرف دُنیا میں اور اول شافعین ہونے کی طرف آخرت میں اشارہ فرمایا ہے اس کو علامتِ نسب سے کیا علاقہ؟ اب بنو فاطمہ اگر اسے اپنا نسب بناتے ہیں تو کیا وہ سب اپنے لئے بھی (نعوذ باللہ) دارین کے یہ مناصب ثابت کرنا چاہتے ہیں؟ (۲) حضورؐ نے سیدہ فاطمہؓ کو سیدہ نساء فرمایا (۳) سیدنا حسنؓ کو ابنی ہذا سید فرمایا تو یہ لفظ دونوں کو ویسے ہی خطاب کے طور پر فرمائے تھے جیسے حضورؐ نے حضرت ابو بکرؓ کو صدیق اور عمرؓ کو فاروق کہا تھا ۔ چونکہ خطابات ناقابلِ انتقال ہوتے ہیں اسی لئے ان سے انتساب کر کے فلاں صدیقی اور فلاں فاروقی تو کہتے اور کہہ سکتے ہیں لیکن صدیق فلاں اور فاروق فلاں نہ کہتے ہیں نہ کہہ سکتے ہیں اگر خان بہادر کی اولاد اپنے کو خان بہادر لکھے تو شاید مجرم قرار پائے ۔ اس لئے اولاد فاطمہ

(بقیہ صفحہ ۴ پر)

جو یقین قلبی کی قوت سے محروم ہے اگر وہ نامعلوم بندش اور مجبوری نہ ہو اور انھیں کھل کر کہیں اپنے سرائر وضمائر کے اظہار کا موقع مل جائے تو یہ لوگ حضرات شیخین رض کو نہ صرف سیدنا علی رض سے بلکہ حضرات علی بن حسین - محمد جعفر وغیرہ رحمہم اللہ تک سے بہت کم جانیں اور مانیں پھر لطف یہ کہ تفضیل کی یہی ترتیب ان کے خیال میں عنداللہ وعندالرسول بھی درست وثابت ہے، ہاں جو بنو فاطمہ صحیح العقائد ہیں وہ غنیمت اور اللہ کی رحمت ہیں۔

سبائیہ کی طرف ان بنو فاطمہ کے رجحان کا ثبوت ان امور سے مل سکتا ہے:۔

۱- یہ حضرات انھیں بارہ اشخاص کے ناموں کے ساتھ برابر امام کا سابقہ اور علیہ السلام کا لاحقہ استعمال کرتے ہیں جن کو سبائیہ امام کہتے اور "معصوم ومہبط وحی" مانتے ہیں۔ میں نے خود بعضوں کو دعا مانگتے ہیں "بحق دوازدہ امام وچہاردہ معصوم" کہتے سنا ہے معلوم نہیں انھوں نے آیۃ "لا تقولوا راعنا" پر کبھی کچھ غور بھی کیا ہے یا نہیں؟

۲- ایک لکھنوی فاطمی عالم نے غالباً حضرت علی زین العابدین رحمہ اللہ کے لئے دعائے رحمت ان الفاظ میں اپنی تصنیف میں لکھی ہے "علیہ وعلیٰ آبائہ الصلوٰۃ والسلام" یعنی اصالۃً حضرت زین العابدین پر اور تبعاً حضور پر = انا للہ۔

۳- شیوخ جعفری نے لکھنؤ کے شیعی مجتہدین سے استفتا کر کے اپنے کو سید لکھنا شروع کیا۔

(بقیہ) کو فلاں "سیدی" تو کہہ سکتے ہیں مگر سید فلاں کہنا غلط ہے۔ دوسرے یہ کہ چونکہ حضورؐ نے حضرت حمزہ رض کو بھی سید الشہدا فرمایا اور حضرت ابوبکر رض وعمر رض کو بھی سیدا کہول اہل الجنۃ فرمایا ہے اس لئے اسی دلیل سے اولاد حمزہ بھی اپنے کو سید فلاں اور اولاد صدیق وفاروق بھی اپنے کو سید فلاں اور سید فلاں لکھ سکتے ہیں۔

۴۔ مولانا مناظر احسن فاطمی گیلانی، ماضی قریب کے ایک عبقری عالم اہلسنت اور مورخ گزرے ہیں بڑے باکمال بڑے دقیقہ رس بڑے متکلم مگر ان کی "فاطمہ زادگی" ان کی دکھتی ہوئی رگ تھی اس رگ کو جب بھی معمولی سی ٹھیس لگ جاتی تھی بس اُسی وقت نہ وقار علم باقی رہ جاتا تھا نہ تاریخی دیانت۔ نہ اہلسنت کا مسلک نہ انصاف کی روش بس وہی سبائیہ کی پیٹی ہوئی لکیر وہ بھی پیٹنے لگتے تھے [دیکھئے رسالہ الفرقان ذی الحجہ ۱۳۵۸ھ]

۵۔ اور اب لیجئے یادش بخیر مولانا عبد الاعلیٰ[1] فاطمی مودودی مدیر رسالہ ترجمان قرآن لاہور و امیر جماعت اسلامی پاکستان جیسا عبقری بھی اسی برہمنیت کی مار کچھ اس بُری طرح کھا گیا ہے کہ اقامتِ دین اور اقامتِ شہادت کے بلند بانگ دعووں کے بعد اُس نے کسی اثر سے (شائد اپنی جماعت کے کمزور ہو جانے سے یا مس فاطمہ جناح کے معاملہ میں شکست کھا جانے وغیرہ صدموں کے اثر سے یا مطامع ثلاثہ میں سے کسی میں مبتلا ہو کر یا کسی مخفی سوزش قلبی سے

---

[1] صحابہ و تابعین کے قرونِ خیریت میں الاعلیٰ اللہ تعالیٰ کی ایسی صفت سمجھی جاتی تھی کہ اس کے ساتھ عبد لگا کر نہ معلوم کتنے صحابی و تابعین کے نام عبدالاعلیٰ تھے نمونہ کیلئے ایک صحابی اور ایک تابعی کا نام لکھتا ہوں صحابی عبدالاعلیٰ بن عدی بہرانی اور تابعی عبدالاعلیٰ بن واصل بن عبدالاعلیٰ۔ ہمارے اس دَور میں بھی ایک بزرگ کا نام بچپن میں مملوک علی رکھ دیا گیا تھا جب وہ خود بڑے ہو کر عالم ہوئے تو انھیں اپنا یہ نام شرعاً غلط معلوم ہوا اور انھوں نے اپنا نام خود بدل کر مملوک العلی کر لیا۔ ایک طرف نام خداوندی کے احترام کا یہ نمونہ دیکھئے دوسری طرف یہ نمونہ ملاحظہ ہو کہ مودودی صاحب کو اپنے نام میں کوئی قباحت نہیں محسوس ہوتی بلکہ انھوں نے تو اپنے نسبی و خاندانی حالات میں یہ لکھ دیا ہے کہ میرے بزرگوں میں ایک بزرگ اور بھی ہو گزرے ہیں جن کا نام بھی ابوالاعلیٰ تھا۔ انا اللہ۔ صحابہ کا ایمان جس لفظ کے ساتھ عبد لگا کر فخر کرتا تھا آج کا داعیٔ حق اس کے ساتھ ابو لگا کر اس پہ مُصر ہے اللہ اکبر خیر اب میں نے ان کا نام بدل کر اسلامی نام بنا دیا ہے۔

بدحواس ہوکر) حضرات سیدنا معاویہ و مغیرہ و ولید و ابن ابی سرح کے ساتھ ساتھ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہم کو بھی۔ جن پر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ ختم ہوئی تھی۔ وہ سب کچھ کہہ ڈالا ہے جو چودہ سو برس سے سبائیہ کہتے چلے آتے ہیں انا للہ (اللّٰھم انی اسئلک ایمانًا لا یرتد) یہ کیچڑ رسالہ ترجمان القرآن لاہور بابت ماہ مئی، جون، جولائی ۱۹۶۵ء کے مضمون "خلافت راشدہ سے ملوکیت تک" میں اچھالی گئی ہے بہت کوشش کی پھر بھی یہ شمارے مجھے نہ مل سکے ناچار علامہ محمود احمد عباسی کی تصنیف "تبصرۂ محمودی" سے اور بخاری کی تصنیف "عادلانہ دفاع" سے مودودی صاحب کی عبارتیں نقل کی ہیں۔[1]

(۲) مولانا مودودی کے بارہ میں ایک صاحب باطن بزرگ نے ۱۹۳۵ء کے حدود میں کسی کے استفسار پر کچھ اس قسم کے الفاظ فرمائے تھے "میں کسی شرعی دلیل سے مودودی صاحب کے بارہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا مگر دل ان کی باتوں کو قبول نہیں کرتا" اُس روشن ضمیر بزرگ کا یہ جملہ جیسے ہی جماعت کے ہمنیال اہل قلم صحافیوں کے پاس پہنچا تو انھوں نے عرصہ تک اس کا خوب خوب مذاق اڑایا۔ مگر اس مومن کامل نے نور خداوندی اور فراست باطنی سے کچھ دیکھا تھا وہ بھلا غلط کیونکر ہو سکتا تھا۔ وہ بھلا اُن مولانا مودودی کی باتوں کو۔ جو غالبًا بدوِ فطرت سے متعدد صحابہ خصوصًا حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے بارہ میں ایسے مخالفِ اہلسنت عقائد و خیالات چھپائے رہے ہیں، کیونکر قبول کر لیتا۔ وہ ۳۵ء ہی میں مستقبل کے تیس برسوں کی دھندلکیوں کے آر پار اور گردش لیل و نہار کی اَن گنت تہوں کے اندر اپنی عکس ریزی نظر سے ان گندگیوں کو صاف دیکھ رہا تھا۔ مولانا مودودی کے عقائد کی یہ خبر جو آج ترجمان القرآن کے مکبر الصوت سے سنی جا رہی ہے یقینًا اس کا مبتدا ایام طفولیت ہی سے ان کے اندر پرورش پاتا رہا ہے۔

(۳) میرے احباب جانتے ہیں کہ میں مولانا مودودی کا (بجز ان کے نام کے) مداح

---

[1] "آج ۲۴ نومبر ۶۶ء کو بڑی دشواریوں سے وہ شمارے مل گئے جا بجا سے میں نے خود بھی مودودی کی تحریر ترجمان القرآن میں پڑھ لی اس لئے یقین کرتا ہوں کہ ہر جگہ سے ان کے حوالے درست ہوں گے!"

ہی رہا ہوں۔ خود مولانا سے لاہور ملنے گیا ہوں۔ مجھ سے ان سے مکاتبت کا سلسلہ بھی رہ چکا ہے میں نے ہمیشہ مودودی صاحب کے لٹریچر کی تعریف کی ہے اور انگریزی خوانوں کو اس کی سفارش بھی کی ہے میں اپنی بے بصیرتی سے اب تک جماعت اسلامی کے کارناموں میں خیر کو غالب اور شر و ضرر کو روپیہ میں ۲ آنہ کہا کرتا تھا مگر کیا کیجئے کہ مجھے حضرات صحابہؓ سے جو محبت ہے اس کی وجہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارہ میں مودودی صاحب کے خیالات پڑھ کر مجھے اپنی رائے بدلنی پڑی اور اب صاف کہتا ہوں کہ انکا یہ ایک اثم کبیر ان کی تحریک کے جملہ منافع کثیرہ پر بھی بھاری اور غالب ہے اس اثم کبیر نے میری نگاہوں میں ان کی تمام خوبیوں کو خاک میں ملا دیا۔ ایسے خیالات رکھنے والوں کے اندر اب کسی قسم کا حُسن دیکھنا میرے بس کی بات نہیں۔ میرا اس وقت ان کے خلاف کچھ لکھنا دراصل جواباً اور ضرورۃً ہے اس لئے یہ تحریر نہ غیبت ہے نہ فسق۔ البتہ مودودی صاحب کا وفات یافتہ حضرات صحابہ کے خلاف لکھنا بدترین فسق اور البادی اظلم ہونے کی وجہ سے بدترین ظلم ہے۔

(۴) میں خوب جانتا ہوں کہ مودودی صاحب آج مقبولیت کے اُس شاخ بلند پر پہنچ چکے ہیں جہاں نہ میری نظر پہنچ سکتی ہے نہ آواز۔ اور نہ ان کے نزدیک میری یہ تحریر کسی قسم کا نوٹس لینے کے قابل ہو سکتی ہے لیکن پھر بھی جو میں یہ تحریر لکھ رہا ہوں تو اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ (الف) میں چاہتا ہوں کہ حق تعالیٰ کے یہاں اس ناکارہ کا نام بھی ناصرینِ صحابہ و ناصرینِ سیدنا عثمانؓ میں لکھ لیا جاوے۔ (ب) جماعتِ اسلامی کی اگر کوئی سعید روح مولانا مودودی کی حالیہ تحریروں سے کوئی اضطراب اور کرب اپنے اندر محسوس کر رہی ہو اور اس کو میری تحریر سے سکونِ قلبی کا کوئی سامان مل جائے تو یہ میرے لئے عین سعادت ہے۔ (ج) بھولے اہلسنت مولانا مودودی کے قلم سحر رقم سے اس بارہ میں زہر قبول نہ کرنے پائیں۔ و باللہ التوفیق۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مثنیاً للہ تعالیٰ
مصلیاً و مسلماً علی النبی الکریم
مادحاً و مبجلاً للصحابۃ الکرام
زاجراً و مستغفراً للنفس الدنیۃ

باب اوّل: حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے متعلق

قبل اس کے کہ میں مودودی صاحب کی زہرافشانیاں اور ان کے جوابات پیش کروں اُن چند غلط طریقوں کی نشاندہی کر دینا چاہتا ہوں جو عموماً بیجا اعتراضات کی ریڑھ کی ہڈی ہوتے ہیں اور علم و عدل کو کسی تحریر یا تقریر میں انھیں کا وجود ناگوار اور ناقابل برداشت ہوتا ہے اور خیر سے ہمارے مولانا مودودی صاحب اُن ہی تمام غیر معقول طریقوں پر اپنے اعتراضات میں چلے ہیں۔

طریقۂ اوّل:- ایک خبر اتفاق سے کتبِ تاریخ میں بھی بیان ہوئی ہو اور وہی کتبِ حدیث میں بھی آئی ہو اس موقع پر حدیث سے صرفِ نظر کر لینا اور کتبِ تاریخ پر اتنا اعتماد کر لینا کہ انھیں کو ذکر کے لئے اختیار کرنا اور پھر ان کی بنیادوں پر عقیدہ بنانا یا کسی محترم شخصیت پر اعتراض کرنا غلط ہے۔ روایاتِ حدیث کو بمقابلہ تاریخ کے ترجیح دینا اور قبول کرنا چاہئے۔

طریقۂ دوم:- کسی کتاب میں کوئی روایت اگر چند طرق سے مروی ہو اس میں سے صرف اُس طریق کو انتخاب اور اختیار کرنا جس سے کسی محترم شخصیت کی آبرو ریزی ہوتی ہو غلط چیز ہے اور انتخاب کرنے والے کی طبعی کجی و طبعی اقتضا کا پتہ دیتی ہے۔

طریقۂ سوم:- کسی روایت کو لینا اور اس کے کسی ایک لفظ کو اپنے مقصد کے خلاف دیکھ کر چھوڑ دینا غلط طریقہ ہے۔

طریقۂ چہارم :- کسی دشمنِ صحابہ کے اعتراض بیجا کو آج بھی تسلیم کر کے نقل کرتے اور مانتے چلے جانا دراں حالیکہ اس چودہ سو برس کے اندر صحابہ و تابعین کے دور سے لیکر ہر دور میں اس کے معقول جوابات دئے جا چکے ہوں بالکل دیانت کے خلاف ہے جسے بجز سقیم القلب کے کوئی پسند نہ کرے گا۔

طریقۂ پنجم :- ایک ہی جیسے حالات میں دو محترم شخصیتوں میں اس قسم کی تفریق کرنا کرنا کہ ایک کو موردِ الزام بنانا اور دوسرے کو انشا پردازی کے پینترے سے الزام سے بچا لینا صحیح اصول نہیں۔ اعتراض کے دو پیمانے بنا لینا بھی بد دیانتی ہے۔

طریقۂ ششم :- جن وقائع میں بد مذہبوں کی دراندازی کا سخت امکان و احتمال ہو ان کی اخبار و روایات کو راویوں کا حال معلوم کرنے کے بعد ہی اختیار کرنا چاہئے۔ فنِ رجال کی تحقیق کے بغیر ہر رطب یابس کو مستند مان لینا ہر مصنف کے لئے باعثِ شرم ہے نہ کہ داعیٔ حق امیرِ جماعت جیسے عبقری مصنف کے لئے۔

ان چند امور کو پہلے خوب ٹھونک بجا کر دیکھ لیجئے خُدا نے چاہا تو آپ ان امور میں غلط طریقہ کو غلط ہی سمجھئے گا اور صحیح طریقہ کو صحیح۔ مگر اس سے خُدا کی پناہ مانگئے کہ کسی اثر کے ماتحت آپ کو صحیح تو غلط نظر آنے لگے اور غلط، صحیح معلوم ہونے لگے ایتھاب آئیے اور خُدا و ضمیر کو حاضر مان کر مودودی صاحب کے ارشادات اور ان کے متعلق احقر کے معروضات سُنئے :-

طعنِ اوّل :- مودودی صاحب فرماتے ہیں "حضرت عمرؓ کو اپنے آخر زمانے میں اس بات کا خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں ان کے بعد عرب کی یہ قبائلی عصبیتیں (جو اسلامی تحریک کے زبردست انقلابی اثر کے باوجود بالکل ختم نہیں ہو گئی تھیں) پھر نہ جاگ اُٹھیں اور ان کے نتیجے میں اسلام کے

اور فتنے برپا ہوں چنانچہ ایک مرتبہ اپنے امکانی جانشینوں کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے انھوں نے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے حضرت عثمانؓ کے متعلق کہا۔ اگر میں انکو اپنا جانشین تجویز کردوں تو وہ بنی ابی معیط (بنی امیہ) کو لوگوں پر مسلط کردینگے، اور وہ لوگوں میں اللہ کی نافرمانیاں کریں گے، خدا کی قسم اگر میں نے ایسا کیا تو عثمان یہی کریں گے اور اگر عثمان نے یہ کیا تو وہ لوگ ضرور معصیتوں کا ارتکاب کریں گے اور عوام شورش برپا کرکے عثمان کو قتل کردیں گے۔"

(ص ۱۹۱)

مودودی صاحب نے یہ مضمون تاریخ کی ایک کتاب سے لیا ہے بظاہر تو اسے حضرت عثمانؓ کے خلاف لکھنا چاہا ہے مگر اس مورخ نے بھی اور مودودی صاحب نے بھی میرے نزدیک اس میں صحافت کی وہ خاص صنعت بھی رکھی ہے جس میں قلم شطرنج کے گھوڑے کی طرح دو رخی مار مارتا ہے یعنی اس عبارت کی زد اگر ایک طرف سیدنا عثمانؓ پر پڑتی ہے تو دوسری طرف کئی صحابہ پر بھی پڑتی ہے بہرحال ہم اُس تاریخ کی اس موقع کی پوری عبارت نقل کرتے ہیں اور نتیجہ نکالنا اہل علم سمجھدار لوگوں پر چھوڑتے ہیں۔

یہ روایت ابن عبدالبر کی کتاب الاستیعاب میں یوں ہے:۔

"ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ ایک دن میں عمرؓ کے ساتھ چلا جارہا تھا کہ آپ نے ایک گہری سانس لی اور مجھے ایسا لگا کہ کہیں ان کی پسلیاں نہ چٹک گئی ہوں تو میں نے کہا سبحان اللہ! امیرالمومنین بخدا یہ تو کوئی بہت بڑی بات ہے جس کے سبب آپ نے ایسی آہ کی۔ فرمایا۔ افسوس، ابن عباسؓ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا کروں۔ میں نے عرض کیا یہ کیا

بات ہوئی؟ خُدا کے فضل سے آپ یہ قدرت رکھتے ہیں کہ کسی قابل اعتماد شخص کو اس کے لئے نامزد کر دیں۔ فرمایا مجھے تم یہ کہنے لگتے ہو کہ تمھارے صاحب سب لوگوں سے زیادہ اس کے مستحق ہیں (آپ کی مراد حضرت علیؓ سے تھی) میں نے کہا۔ جی ہاں۔ اور میں یہ ان کی سبقتِ ایمان ان کے علم ان کی حضورؐ سے قرابت دامادی کے سبب کہتا ہوں۔ فرمایا۔ ہاں وہ ہیں تو ایسے ہی لیکن ان میں ظرافت بہت ہے۔ میں نے عرض کیا تو عثمان؟ تو فرمایا:۔

قال فواللّٰہ لو فعلت لجعل بنی ابی معیط علی رقاب الناس یعملون فیھا بمعصیۃ واللّٰہ لو فعلتُ نفعل ولو فعل افعلوہ فوثب الناس علیہ فقتلوہ۔	ترجمہ:۔ بخدا اگر میں نے ایسا کیا تو وہ ابو معیط کی اولاد کو لوگوں کی گردنوں پر سوار کر دیں گے کہ وہ ان میں اللہ کی نافرمانی کریں۔ بخدا اگر میں نے ایسا کیا تو وہ (عثمان غنی) وہی کریں گے اور انھوں نے ایسا کیا تو وہ (بنی ابی معیط) بھی وہی کریں گے اور پھر لوگ ان (عثمان غنی) پر ٹوٹ پڑینگے اور انھیں قتل کر دینگے۔

میں نے عرض کیا۔ طلحہ بن عبید اللہ۔ فرمایا۔ ارے وہ خود پرست۔ اس کا مقام اس سے کہیں ارفع ہے خُدا نہ کرے کہ امت محمدی کے معاملات میں اس جیسے مغرور شخص کے سپرد کر دوں۔

میں نے کہا۔ زبیر بن عوام۔ فرمایا وہ لوگوں کو سیروں اور پیوؤں پر چیتیا یگا (یعنی ذرا ذرا سے معاملہ میں لوگوں پر سختی کریں گے)۔

میں نے عرض کی اور سعد بن ابی وقاص؟ فرمایا۔ وہ اس کام کے نہیں۔ وہ

تو بس اس کے ہیں کہ سواروں کا دستہ لیں اور جنگ کریں۔

میں نے کہا اچھا اور عبدالرحمٰن بن عوف۔ فرمایا۔ آدمی اچھے ہیں مگر یہ کام ان کے بس کا نہیں"۔ [الاستیعاب]

اس عبارت کے متعلق میں ناظرین کو امور ذیل کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں:۔

امر اوّل۔ عربی عبارت میں صرف بنی ابی مُعَیط کا لفظ ہے۔ اس لفظ کا مطلب مودودی صاحب نے بنو امیّہ سمجھا ہے اور قوسین میں بنو امیہ لکھ کر وہ دوسروں کو بھی یہی تاثر دینا چاہتے ہیں حالانکہ ابو معیط دراصل اُمیہ کے ایک پوتے کا نام تھا۔ ان ابو مُعَیط کے بیٹے عقبہ تھے اور اُن کے بیٹے ولید تھے بس یہی ولید ہیں جو سیدنا عثمان رضؓ کے دَور میں عہدہ دار تھے۔ ان کے سوا تمام اولاد ابو معیط میں کوئی بھی عہدہ دار نہ تھا اور ان ولید کو حضرت صدیقؓ نے عیاض بن غنم فہری سپہ سالار کا مددگار بنا کر بھیجا تھا (طبری ج ۴ ص ۲۲) یعنی ان کو حضرت عثمان رضؓ نے ہرگز عہدہ نہیں دیا تھا بلکہ یہ تو عہد صدیقی و فاروقی سے عہدہ دار چلے آرہے تھے۔ حضرت عثمان رضؓ صرف ان کو عہدے پر باقی رکھنے یا تبدیل کرنے کے ذمہ دار تھے اور بعد میں کچھ دشمنوں کے ایک جھوٹے الزام کے سلسلہ میں حضرت عثمان رضؓ نے نہ صرف یہ کہ ولید کو معزول کر دیا بلکہ ان پر حد بھی جاری کی (جس کا واقعہ آگے کہیں آئے گا) اب مودودی صاحب یہ سب کچھ ؎

یا نمی دانست یا دانستہ اخفا کردہ است

بہر دو صورت مولانا مودودی جیسے ایک داعئ حق اور اقامتِ دین و اقامت شہادت کے ایک منادی نے اس عبارت سے نتیجہ نکالنے میں اور تاریخ لکھنے میں ایمان حق اور ضمیر کا جیسا خون کیا ہے ظاہر ہے بس اس پر یہ شعر پڑھنے کو جی چاہتا ہے ؎

فَاِنْ کَانَ لَا یَدْرِیْ فَتِلْکَ مُصِیْبَۃٌ وَ اِنْ کَانَ یَدْرِیْ فَالْخِیَانَۃُ اَعْظَمُ

امر دوم :۔ یہ ابن عباس حاشا کہ ہمارے سیدنا عبداللہؓ بن عباس ہوں جو حبرِ اُمت تھے جو مفسرِ قرآن تھے۔ بلکہ میرے نزدیک یہ ایک فرضی شخص ہے جسے فتنہ پردازوں نے اپنی اغراض فاسدہ اور مقاصدِ مکروہہ کی تکمیل کے لئے تراش لیا ہے اور اس فرضی شخص کا نام ہمارے حبرِ اُمت ہی کے نام پر رکھ دیا ہے تاکہ اُمت کو فریب دے۔ مذکورہ روایت میں یہ خیالی انسان حضرت عمرؓ کے ہمراہ جب وہ تندرست تھے جارہا ہے اور حضرت علیؓ کی درپردہ طرفداری کرتا اور ٹھنڈی سانس لینے اور ماتم کی تیاری میں نظر آرہا ہے اسے ذہن میں رکھ کر ذرا بخاری کی وہ روایتِ قرطاس ہی دیکھئے ابن عباسؓ ہی اس کے بھی راوی ہیں۔ ذرا غور سے پہچانئے دونوں ایک قسم کے کردار ہیں کیونکہ وہاں بھی یہ کیریکٹر اس امر کا ماتم کرتا نظر آئے گا کہ ہائے حضورؐ نے وہ وصیت لکھوا کیوں نہ دی؟ وہی درپردہ طرفداری علیؓ ہے۔ بخاری کہتے ہیں کہ ابن عباس ایسا ایسا روئے ہیں کہ اُن کے آنسوؤں سے (چہرہ۔ ریش۔ لباس تر ہوچکنے کے بعد) زمین کے کنکر پتھر تک خوب تر ہوگئے [اس کی تشفی بخش بحث میری کتاب "وفات سرورِ کائنات" میں دیکھئے]

امر سوم :۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ سے بہت بعد کا کوئی شخص گزرے ہوئے واقعات کی تلمیحیں صحابہ کے ناموں کے ساتھ پیشین گوئی کے انداز میں بیان کر رہا ہے اور عشرہ مبشرہ کے ان بقیہ چھ بزرگوں پر جو اللہ اور رسول کو بہت محبوب تھے اور جن سے خود حضورؐ بھی اور حضرت عمرؓ بھی راضی اور خوش گئے بڑی ہوشیاری سے الزامات لگا لگا کر خلافت کے لئے نااہل اور حضرت علیؓ کو اہل ثابت کرنا چاہتا ہے۔ یہ کام ہمارے ابن عباس کا نہیں ہوسکتا

امر چہارم :۔ اسی استیعاب میں یہی روایت ایک دوسرے طریق سے یوں بھی

ہے :-

" حضرت عمرؓ نے ابن عباسؓ سے خلافت اور اس کے اہتمام کے بارہ میں گفتگو کی تو ابن عباسؓ نے کہا کہ علی کے بارہ میں آپ کا کیا خیال ہے فرمایا ان میں ظرافت کا مادہ ہے، پوچھا زبیر کے بارے میں۔ فرمایا وہ بہت غصہ ور ہیں۔ پوچھا طلحہ کے بارے میں۔ فرمایا۔ ان میں نخوت و غرور ہے، پوچھا سعد کے بارے میں۔ فرمایا وہ تو سواروں کے دستہ کی سرداری کے لئے ہیں، پوچھا عثمان کے بارے میں فرمایا کَلِفٌ بِاَقارِبِہ اپنے قرابت داروں سے بہت محبت کرنے والے ہیں، پوچھا عبدالرحمٰن بن عوف کے بارے میں فرمایا وہ نرم طبع یا ضعیف ہیں۔

اب دیکھیئے اس روایت میں نہ تو بنی ابی معیط کو لوگوں کی گردنوں پر مسلط کرنیکا ذکر ہے نہ ان کے اللہ کی نافرمانیاں کرنے کا اور نہ اس بنا پر عوام میں شورش برپا ہونے کا اور اس کے نتیجے میں حضرت عثمان کے قتل کئے جانے کا لیکن مودودی صاحب نے اس روایت کو قابل قبول نہ سمجھا اور جسے سمجھا وہ حضرت عثمان جیسے مزاج شناس رسول کے احترام کے خلاف ہے کیوں۔ پھر ذرا انصاف کیجئے کہ یہ واقعہ بخاری سے لینا ایمان اور شرافت کا تقاضا تھا یا استیعاب سے اور اس کی بھی اس روایت سے جس سے سید عثمان رضؓ کی شخصیت سخت مجروح ہوتی ہو؟

امر پنجم :- اب ہم حضرت عمرؓ کے امکانی جانشینوں کے متعلق صحیح بخاری کی ایک روایت پیش کر رہے ہیں جس میں حضرت عمرؓ نے ان چھ آدمیوں کے متعلق یہ وصیت فرمائی تھی۔

" لوگوں نے عرض کیا اے امیرالمومنین وصیت کر دیجئے اور کسی کو جانشین بنا

دیکھئے۔ فرمایا اس امر کے متعلق ان چھ آدمیوں سے (یا فرمایا چھ بزرگوں سے)
بہتر کسی کو نہیں پاتا۔ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر تک راضی رہے
پھر آپ نے علیؓ و عثمانؓ و زبیرؓ و طلحہؓ و سعدؓ اور عبدالرحمٰنؓ (بن عوف) کے
نام لئے اور فرمایا عبداللہ ابن عمر تمہارے ساتھ موجود رہیں گے مگر ان کا اس
معاملہ میں کچھ حصّہ نہ ہوگا (گویا آپ نے انھیں صبر کی تلقین کی) اب اگر حکومت
سعد کو ملے تو وہ اس کے اہل ہیں ورنہ پھر تم میں سے جو کوئی بھی حاکم بنایا
جائے اسے چاہیئے کہ ان سے مدد لے کیوں کہ میں نے جو انھیں معزول کیا تھا تو
کسی کمزوری یا خیانت کی بنا پر نہیں کیا تھا۔"

امر ششم :۔ مودودی صاحب معلوم نہیں جانتے ہیں یا نہیں جانتے کہ اُن
روایات کو جن میں بد مذہبوں کی دراندازی کا ادنیٰ امکان بھی ہو فنِّ رجال کی مدد
سے پرکھنے کے بعد ہی اختیار کرنا چاہیئے۔ مودودی صاحب کی اس پسندیدہ روایت
کے رجال یہ ہیں یوسف[۱] عرف ابن عبدالبر۔ عبدالوارث[۲] بن سفیان یا سلیمان۔ ابو محمد
قاسم[۳]۔ ابو عبید[۴] بزار۔ محمد بن[۵] احمد۔ محمد بن[۶] اسمٰعیل۔ سلیمان[۷] بن داؤد۔ ان میں سے بعض
کے متعلق فنِّ رجال ہم کو حسب ذیل معلومات بہم پہنچاتا ہے :۔

عبدالوارث بن سفیان یا سلیمان : کے بارہ میں فنِّ رجال ساکت ہے۔

محمد بن احمد بن ایوب : ضعیف و منکر حدیثیں بیان کرتے تھے ابن معین کے
نزدیک یہ کذاب تھے (میزان الاعتدال ج ۱ ص ۶۳)

سلیمان بن داؤد : کوفی شیعی ہیں۔ ابن مطہرؒ شیخ حلّی (جو مشہور شاتم صحابہ ہے
جس کے جواب میں امام ابن تیمیہ حرانی کو منہاج السنہ لکھنی پڑی) نے بھی ان کو "ثقہ شیعہ"

لکھا ہے (خلاصۃ الاقوال ص۱۰۱)
مودودی صاحب ہر روایت کے نقل کر دینے ہی کو دراصل اپنی لیاقت اور تاریخ
نویسی سمجھتے ہیں حالانکہ اہل علم جانتے ہیں کہ تصنیف کوئی آسان چیز نہیں ہے۔ ؎

خوبی ہمیں کرشمہ و ناز و خرام نیست — بسیار شیوہ ہاست بتاں را کہ نام نیست

یا ممکن ہے کہ اس روایت میں چونکہ سبائی راوی تھے اس لئے ہمارے مودودی فاطمی صاحب
بخاری کی روایت اختیار کر کے ان سبائیوں کا ساتھ کیوں چھوڑ دیتے؟

طعن دوم: مودودی صاحب فرماتے ہیں:-

"..... اس چیز کا خیال ان (عمرؓ) کو اپنی وفات کے وقت بھی تھا چنانچہ آخری وقت انھوں (حضرت عمرؓ) نے حضرت عثمانؓ اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو بلا کر ہر ایک سے کہا کہ اگر میرے بعد تم خلیفہ ہو تو اپنے قبیلے کے لوگوں کو عوام کی گردنوں پر سوار نہ کر دینا۔ مزید برآں چھ آدمیوں کی انتخابی شوریٰ کے لئے انھوں نے جو ہدایات چھوڑیں ان میں دوسری شرطوں کے ساتھ ایک شرط یہ بھی شامل کی کہ منتخب خلیفہ سے عہد لیا جائے کہ وہ اپنے قبیلے کے ساتھ کوئی امتیازی برتاؤ نہیں کرے گا۔ مگر بدقسمتی سے خلیفۂ ثالث حضرت عثمانؓ (۲۳-۳۵ھ / ۶۴۴-۶۵۶ء) اس معاملہ میں معیار مطلوب کو قائم نہ رکھ سکے" انتہٰی (ترجمان مئی ص ۱۹۱)

جواب: ناظرین اس عبارت کو پڑھ لیں اور ذیل کے امور پر غور کریں:-

امر اوّل: حضرت عمرؓ کی وصیت بالا بھی مودودی صاحب نے استیعاب سے لی ہے لیکن مودودی صاحب کو خبر نہیں کہ حضرت عمرؓ کی یہ وصیت اصح الکتب بعد کتاب اللہ

صحیح بخاری میں بھی موجود ہے۔ ہم یہاں اس کا ترجمہ نقل کرتے ہیں:۔

"حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ میں اپنے بعد کے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں کہ ان لوگوں کا حق ضرور پہچانیں جنھوں نے شروع ہی میں ہجرت کی تھی۔ ان کی عزت و حرمت کی پوری حفاظت کریں اور میں ان کو انصار کے ساتھ نیک برتاؤ کی بھی وصیت کرتا ہوں جنھوں نے مہاجرین اوّلین کے لئے پختہ ایمان کے ساتھ ٹھکانا دینے کا بندوبست کیا ان کے خطاکاروں سے چشم پوشی کریں اور میں ان کو تمام مختلف شہروں میں بسنے والوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی بھی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ اسلام کے لئے پشت پناہ ہیں وہی (اسلامی مملکت کے لئے آمدنی کا ذریعہ ہیں اور دشمنوں کے دل جلنے کا سبب ہیں۔ اُن سے (زکات وغیرہ میں) ان کا صرف وہی زائد مال لیا جائے جو وہ رضامندی سے دیں۔ نیز میں ان کو میدانوں میں بسنے والوں کے بارہ میں وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہی لوگ اصل عربی خمیر ہیں وہی اسلام کا مادّہ ہیں۔ ان سے زکات میں جو مال لیا جائے وہ انھیں کے محتاجوں پر تقسیم کر دیا جایا کرے نیز میں ان کو ذمّیوں کے بارہ میں وصیت کرتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سرپرستی و حمایت میں ہیں ان سے جو عہد ہوا ہے اُسے پورا کیا جائے اور ان کی حفاظت کے لئے (ہر حملہ آور سے) جنگ کی جائے اور ان کی طاقت سے زیادہ ان پر بوجھ نہ ڈالا جائے"۔ (بخاری طبع ہند ج ۱ ص ۵۲۳ قصّۃُ البیعۃِ والاتّفاق علیٰ عثمانؓ)

رہا آپ کے امکانی جانشینوں کے متعلق آپ کی رائے اور وصیت تو اس کا ذکر بھی بخاری کی اسی مذکورہ روایت میں ۲ سطر اوپر صراحۃً موجود ہے:۔

"... لوگوں نے عرض کیا اے امیر المومنین (انتخاب خلیفہ کے متعلق) کچھ وصیت کر دیجئے اور کسی کو جانشین بنا دیجئے تو فرمایا۔ میں اس امر خلافت کا مستحق ان چھ آدمیوں سے بڑھ کر کسی کو نہیں پاتا۔ ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آخر وقت تک راضی رہے۔ (وہ یہ ہیں) عثمان۔ علی۔ زبیر۔ طلحہ۔ سعد۔ ابن عوف۔ عبد اللہ ابن عمر تمہارے ساتھ موجود تو رہیں گے مگر اس معاملہ خلافت سے ان کا کچھ تعلق نہ رہے گا۔ (عبد اللہ کی موجودگی کا لفظ گویا ان کی دلدہی کے لئے فرمایا) اگر حکومت سعد کو ملے تو وہ اس کے اہل ہیں ورنہ پھر تم چھ میں سے جو کوئی بھی خلیفہ بنے اُسے چاہئے کہ ان (سعد) سے مدد لے کیونکہ میں نے انھیں معزول کیا تھا وہ ان کی کسی کمزوری کی بنا پر نہیں کیا تھا (ایضاً)

غور کرنے کا مقام ہے کہ داعئ حق کا یہ کیسا عجیب فیصلہ ہے کہ بخاری کی روایت تو نہ لی جائے بلکہ اس کے مقابلہ میں تاریخ کی روایت کو ترجیح دی جائے۔ وجہ ترجیح آخر بجز سب صحابہ و سب عثمان رض کے اور کیا ہے؟ مودودی صاحب بخاری کی روایت لیتے تو نہ سب صحابہ و عثمان رض کا چٹخارہ خود لے سکتے نہ اپنے اخوان راز سے تحسین زریں پاسکتے۔

امر دوم :- مودودی صاحب کو استیعاب کے بعد طبری بہت پیاری ہے خود اس میں بھی تو حضرت عمر رض کے بہت سے اقوال زخم کھا چکنے کے بعد منقول ہیں: فرمایا ابو عبیدہ زندہ ہوتے تو میں ان کو خلیفہ بناتا۔ میرا رب مجھ سے باز پرس کرتا تو میں کہدیتا کہ میں نے تیرے نبی کو ان کے بارہ میں یہ فرماتے سُنا تھا کہ یہ امین اُمّت ہیں اس لئے میں نے ان کو امیر اُمّت بنایا اور اگر ابو حذیفہ کے غلام سالم بھی زندہ ہوتے تو میں ان کو مقرر کرتا میرا رب پوچھتا تو میں کہدیتا کہ ان کے متعلق تیرے رسول ؐ نے فرمایا تھا کہ سالم

اللہ تعالیٰ کی محبت میں شدید ہیں پھر ان چھ صحابہ کے نام لے کر فرمایا کہ علی اور عثمان تو عبد مناف کی اولاد (یعنی رسول اللہ کے خاندان) ہی کے ہیں۔ عبدالرحمٰن اور سعد دونوں حضور کے ماموں ہیں۔ زبیر حضور کے حواری اور پھوپھیرے بھائی ہیں طلحہ بھی طلحۃ الخیر ہیں حضور ان سب سے آخر وقت تک راضی رہے ان میں سے کسی کو چن لینا اور جب کسی کو والی بنا لینا تو اس کی اعانت اور مدد پوری طرح کرنا۔ اگر تم لوگ سیدھے چلے تو مجھے خوف نہیں کہ لوگ مخالف ہوں گے لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ تم آپس میں اختلاف ضرور کرو گے (طبری ج ۵۔ ص ۳۴ قصہ شوریٰ)۔

داعیٔ حق اور شہادتِ حق کے منادنے یہ روایت بھی نہ لی۔ افسوس شاید اس لئے کہ اس میں سب صحابہ کا چٹخارا نہ تھا۔

امر سوم :۔ بخاری اور طبری کی روایت میں آپ غور سے دیکھیں۔ دونوں میں حضرت عمرؓ کے الفاظ سے یا راوی کے الفاظ سے چھ غائب بزرگوں کی سیرت کے اچھے ہی پہلو ظاہر ہوتے ہیں کسی میں کسی کی غیبت نہیں۔ ان کی غیبت میں ان کی خوبیوں ہی کا بیان ہوا ہے برخلاف اس کے استیعاب کی روایت میں نہ صرف عثمانؓ بلکہ پانچ اور صحابہ کی سیرت کے بھی برے پہلو کو ہی بیان کیا گیا ہے۔ گویا حضرت عمرؓ کو بھی غیبت کا مرتکب بتایا اور راوی کو بھی۔ اب پیٹ بھر کر تعجب کیجئے داعیٔ حق کی اخلاقی گراوٹ پر کہ ان کو بھی غیبت ہی والی روایت پسند آئی۔ اور انھوں نے خود بھی پانچ صحابہ کو برا کہہ کر اپنے دل کو تسکین دے لی۔

امر چہارم :۔ بخاری اور طبری کی روایت میں تو نہیں مگر استیعاب کی روایت میں حضرت عمرؓ کی یہ شرط مودودی صاحب نے بہت زور دے کر لکھی ہے کہ "منتخب خلیفہ

قبیلہ کے ساتھ جو حضورؐ کا بھی قریبی قرابت کا
سے عہد لیا جائے کہ وہ اپنے آل عبد مناف عثمانؓ و علیؓ کو کہا ہے) امتیازی
قبیلہ ہے (جیسا اوپر طبری نے
برتاؤ نہیں کرے گا" کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ یہ اپنے قبیلے کے ساتھ امتیازی برتاؤ کا قبیح
معاملہ مودودی صاحب نے حضرت علیؓ خلیفہ رابع کے یہاں پایا تو اس سے نفرت
کی یا نہیں؟ یا ان کو اس "امر شنیع" کی اجازت مودودی صاحب نے دے دی۔
مالکم کیف تحکمون؟

امر پنجم :- اب آیئے ذرا اس اعتراض کی حقیقت پر بھی غور کرلیں کہ "اپنے قبیلے کے لوگوں کو عوام کی گردنوں پر سوار نہ کردینا" اسی اعتراض کو دوسری جگہ دوسرے لفظوں میں یوں لکھا ہے کہ "حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمان جانشین ہوئے تو رفتہ رفتہ وہ اس پالیسی سے ہٹتے گئے انھوں نے پے درپے بنو امیہ کو بڑے بڑے اہم عہدے عطا کیے"۔

سبائیہ نے اس اعتراض کو تیرہ سو برس سے اتنا اچھالا ہے کہ اسے سنتے سنتے کان پک گئے لیکن بقول مولانا شبلی جو واقعہ جتنا زیادہ مشہور ہوتا ہے اتنا ہی غلط ہوتا ہے۔ اس کے لئے ہم ناظرین کے سامنے عہد نبوی کے پھر عہد صدیقی کے پھر عہد فاروقی کے پھر عہد عثمانی کے اموی عہدہ داروں کے نام لکھتے ہیں تاکہ معلوم ہو کہ مودودی صاحب کے اس جھوٹ میں کہ "عثمانؓ غنی نے اپنے قبیلے کے لوگوں کو عوام کی گردنوں پر سوار کیا اور اس میں وہ سنت نبوی اور سنت شیخین سے ہٹ گئے ہیں"، کتنا سچ ہے۔ عہد عثمان کے جن اموی یا غیر اموی عہدیداروں کا نام اس الزام میں لیا جاتا ہے ان کے اسماء یہ ہیں:-

(۱) مروانؓ بن الحکم اموی (۲) ولیدؓ بن عقبہ بن ابی معیط (۳) سعیدؓ بن عاص

اموی۔ (۴) عبداللہؓ بن عامر اموی۔ (۵) عبداللہؓ بن سعد بن ابی سرح عامری (۶) معاویہؓ اموی۔

جہاں تک مورخوں کی تحقیق سے میں سمجھ سکا ہوں حضرت عثمانؓ کے زمانے میں چار اموی ایسے تھے جو بڑے عہدوں پر فائز تھے۔ ولیدؓ بن عقبہ، معاویہؓ بن ابی سفیان، سعیدؓ بن عاص۔ عبداللہؓ ابن عامر۔ ان میں ولید اور معاویہ عہد فاروقی سے اہم عہدوں پر فائز چلے آرہے تھے، یہ عہد عثمانی کے کوئی نئے عہدے دار نہ تھے۔ البتہ سعید بن عاص اور عبداللہ ابن عامر تو یہ دو شخص ضرور اہم عہدوں پر مامور ہوئے، ان کے علاوہ ایک شخص عبداللہ بن ابی سرح ہیں لیکن یہ نہ تو اموی ہیں اور نہ عہد عثمانی کے کوئی نئے عامل، یہ بھی عہد فاروقی ہی کے عامل ہیں۔

عثمان غنیؓ سے قبل بنوامیہ ہی بڑے بڑے عہدوں پر ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ بنوامیہ اپنی فطری صلاحیت، قائدانہ لیاقت اور ایمانی قوت کے سبب عہد عثمانی کیا بلکہ عہد نبوی۔ عہد صدیقی اور عہد فاروقی میں عہدہائے جلیلہ پر فائز تھے اور ان کی تعداد عثمانی دور سے زیادہ ان تینوں ادوار میں تھی۔

عہد رسالت کے اموی عہدیدار رسول اللہ کے زمانے میں گیارہ اموی سادات ایسے تھے جن کو منصب کتابت وحی اور منصب امارت و سیادت پر فائز کیا گیا۔

عثمان بن عفان (۱)	چوتھے مسلمان اور مہاجر حبش سے ہیں۔ کتابت وحی کے منصب پر بھی مامور تھے، دوبار نیابت رسول کی خدمت انجام دی، ۳۵ھ میں بحیثیت امیرالمومنین سبائی جماعت کے ہاتھوں شہید ہوئے
خالد بن سعید (۲)	پانچویں مسلمان اور مہاجر حبش سے ہیں یہ بھی کاتب وحی تھے

	اور یمن میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے گورنر تھے مرج صفر میں شہید ہوئے۔
عمرو بن سعید (۳)	قدیم الاسلام اور مہاجر حبشہ سے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے ان کو کتابت وحی کے عہدے پر مامور فرمایا پھر خیبر کا گورنر بنا دیا، ۱۳ھ میں کے معرکہ اجنادین میں شہید ہوئے۔
عبداللہ بن سعید (۴)	قدیم الاسلام اور مہاجر حبشہ سے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے کتابت وحی کی خدمت ان سے بھی لی پھر فدک کا عامل بنایا۔ بدر میں شہید ہوئے۔
ابان بن سعید (۵)	مہاجرین سے ہیں، کتابت وحی کے منصب پر تھے ہی کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کو امیر لشکر بنا کر نجد کے محاذ پر بھیجا اور اس کے بعد بحرین کے بری اور بحری دونوں علاقوں کا گورنر مقرر فرمایا۔ ابان محاصرۂ دمشق میں شہید ہوئے۔
سعید بن سعید (۶)	مہاجرین سے ہیں اور کاتب رسول بھی۔ فتح مکہ کے بعد رسول اللہ ﷺ نے بازار مکہ کے نگراں اعلیٰ مقرر فرمایا۔ غزوۂ طائف میں شہید ہوئے۔
عثمان بن سعید (۷)	شاید مہاجرین سے ہیں۔ رسول ﷺ اللہ کی طرف سے عرینہ کے عامل تھے اور یہ علاقہ فتح مکہ سے قبل فتح ہوا تھا (طبقات ابن سعد ۸/۱۶۲، منہاج السنۃ ۳/۱۷۵)
ابو سفیان بن حرب (۸)	فتح مکہ سے ایک روز قبل ایمان لائے، رسول اللہ ﷺ نے ان کو محصل زکوٰۃ بنا کر طائف بھیجا اور پھر صوبۂ نجران کا گورنر بنا دیا۔ آپ کی ایک آنکھ غزوۂ طائف میں شہید ہوئی، دوسری یرموک

	میں، ۱۵ھ میں انتقال ہوا۔
معاویہ بن ابی سفیان (۹)	فتح مکہ سے کچھ قبل ایمان لائے (تہذیب ج ۱۰ ص ۲۰۷) رسول اللہ ﷺ کے کاتب وحی تھے حضر موت میں سفارت نبوی کی خدمت بھی انجام دی تھی۔ ۶۰ھ میں بحیثیت خلیفہ مسلمین وامیر المومنین وامام امت انتقال فرمایا۔
یزید بن ابی سفیان (۱۰)	فتح مکہ کے دن یا اس سے کچھ پہلے ایمان لائے (فتوح البلدان ج۱ ص۱۴۳) رسول اللہ ﷺ نے ان کو صوبہ تیما کا گورنر بنایا ۱۷ھ میں واقعہ عمواس میں شہید ہوئے۔
عتاب بن اسید (۱۱)	فتح مکہ کے دن ایمان لائے اور مکہ کے ہی گورنر بنا دیے گئے۔ مکہ میں ان سے بڑھ کر کوئی متقی نہ تھا۔
عہد صدیقی کے اموی عہدیدار	ابو بکر صدیق کے زمانے میں عہد نبوی کے کسی اموی عہدہ دار کو معزول نہیں کیا گیا۔ البتہ وہ جو عہد رسالت میں شہید ہو گئے

جیسے عبد اللہ بن سعید اور سعید بن سعید یا وہ جو خود سے مستعفی ہو کر میدان جہاد میں چلے گئے اور داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوئے تو اس طرح ان کی تعداد ۱۱ سے گھٹ کر ۶ ہو گئی جو عہد صدیقی کے بڑے عہدہ داروں میں سے تھے وہ یہ ہیں:-

عتاب بن اسید (۱)	اپنی قائدانہ صلاحیت اور تقویٰ وطہارت کے سبب عہد نبوی میں بھی مکہ کی گورنری کے عہدے پر سرفراز ہو چکے تھے۔
خالد بن سعید (۲)	رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد خالد یمن کی گورنری سے مستعفی ہو کر مدینہ چلے آئے۔ ابو بکرؓ صدیق نے پھر ان کو یمن کا گورنر بنانا

	چاہا تو انھوں نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ رسول اللہ کے بعد کیا کسی کا عامل بنوں، چنانچہ حضرت ابوبکرؓ نے ان کو عامل بنانے کے بجائے ایک بہت بڑے لشکر کا سپہ سالار بنا کر مرتدین کے خلاف شام بھیج دیا (ابن خلدون ۳/۲۵۰)
ابان بن سعید (۳)	یہ بھی مستعفی ہو کر مدینہ چلے آئے تھے، لیکن جب ابوبکر صدیقؓ نے زیادہ اصرار کیا تو کچھ دنوں کے لئے یمن کی گورنری قبول کرلی مگر جذبۂ جہاد نے انگڑائی لی تو میدان جہاد میں جا کر شہید ہو گئے۔ اللہ ان سے راضی ہو۔ یہ ایسے اموی عامل تھے جن کی مثال عہد مرتضوی کیا عہد عثمانی بلکہ عہد فاروقی میں بھی شاید پیش نہیں کی جا سکتی۔
ابوحذیفہ بن عتبہ (۴)	قدیم الاسلام اور مہاجرین حبش سے ہیں۔ مسیلمہ کذاب کی سرکوبی کے لئے جو زبردست لشکر تیار کیا گیا تھا، اس کے ایک دستہ کے سپہ سالار ابوحذیفہ تھے۔ اسی میں یہ شہید بھی ہوئے۔
یزید بن ابی سفیان (۵)	شام پر لشکرکشی کے وقت ابوبکر صدیقؓ نے یزید بن ابی سفیان کو دس ہزار سپاہ پر سالار اعظم مقرر فرمایا۔
ولید بن عقبہ (۶)	شرق اردن پر لشکرکشی کے وقت ابوبکر صدیقؓ نے ولید بن عقبہ کو ایک لشکر کی قیادت سپرد کی (طبری ۴/۳۰)
عہد فاروقی کے اموی عہدیدار	عمر فاروقؓ کے زمانے میں ذیل کے اموی اشراف کو عہدہائے جلیلہ پر سرفراز کیا گیا۔

عتاب بن اُسید (۱)	عہد نبوی اور عہد صدیقی میں تو مکہ کے گورنر تھے ہی، عہد فاروقی میں بھی زندگی بھر اپنے عہدے پر فائز رہے۔
یزید بن ابی سفیان (۲)	عہد نبوی میں تیما کے گورنر تھے، عہد صدیقی میں سپہ سالار لشکر اور عہد فاروقی میں دمشق کے گورنر ہوئے۔
معاویہ بن ابی سفیان (۳)	عہد نبوی میں کاتب وحی تھے، عہد صدیقی میں ایک دستہ کے افسر اور عہد فاروقی میں جب ان کے بھائی یزید انتقال کر گئے تو یہ دمشق کے عامل ہوئے پھر ترقی کر کے عہد فاروقی ہی میں پورے شام کے گورنر ہو گئے۔
عتبہ بن ابی سفیان (۴)	عہد نبوی میں کمسن تھے، عہد صدیقی میں سپاہی اور عہد فاروقی میں ترقی کر کے قبائل کنانہ کے زکوٰۃ کے کلکٹر مقرر ہوئے (تاریخ طبری ۵/۲۹، عثمان غنی کے سرکاری خطوط ۹۳)
ولید بن عقبہ (۵)	عہد نبوی میں بعض عرب قبیلوں میں کلکٹر زکوٰۃ مقرر ہوئے اور بہترین دیانت کا ثبوت دیا اس لئے عہد صدیقی میں بھی سرکاری عہدوں پر فائز ہوئے اور عہد فاروقی میں جزیرہ اور بلاد مغرب کے عامل و مبلغ (طبری ۳/۳۱۱)

غرضیکہ عہد نبوی میں گیارہ اموی عہدے دار تھے اور عہد صدیقی میں چھ۔ عہد فاروقی میں پانچ اموی عہدے دار تھے اور عہد عثمانی میں چار۔

یہ چار دور کے اموی عہدے داروں کی فہرست ہے۔ اس فہرست سے آسانی کے ساتھ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے امویوں کو زیادہ عہدے دئے یا عثمان رضی اللہ عنہ نے

پھر ابوبکر صدیق رضؓ اور عمر فاروق رضؓ نے امویوں کو زیادہ عہدے دیئے یا عثمان رضؓ نے۔ اسکے بعد مودودی صاحب کے اعتراض کو پھر ایک بار پڑھیئے اور تعجب کیجئے کہ کس طرح مودودی جیسے فرشتہ خصلت بزرگوں نے کن کن جذبات کے ماتحت حقیقت کو چھپانے دبلنے۔ مسخ کرنے نئی تاریخ بنانے کی سعی ناشکور کی ہے۔ اس کے بعد اُمت کی بدقسمتی پر جی چاہے تو ماتم بھی کر لیجئے۔

مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ چھ صحابہ جن کے بارے میں الزام دیا جاتا ہے ان میں سے حضرت سعید اور معاویہ رضؓ کو حضرت عمر رضؓ نے گورنر شام بنایا تھا اور حضرت ولید بن عقبہ رضؓ کو صدیق اکبر رضؓ نے مقرر کیا تھا۔ پس ان کے تقرر کا الزام سیدنا عثمان رضؓ کو دینا سوا بُغض معاویہ رضؓ اور عناد صحابہ کے اور کچھ نہیں ہے بہرحال ان کے احوال بھی یہ ہیں۔

(الف) **مروان بن الحکم**:۔ حضرت عثمان رضؓ کے چچا زاد بھائی صغار صحابہ میں تھے۔ ابن زبیر کے طبقے اور ہم عمروں میں تھے۔ ان کے صحابی ہونے میں اگرچہ اختلاف ہے مگر ابن کثیر کہتے ہیں کہ ایک بڑی جماعت کے نزدیک وہ صحابی ہیں (ج ۸ ص ۲۵۷) امام ابوبکر بن العربی کہتے ہیں کہ مروان خود صحابہ کے نزدیک اُمت کے عظیم اشخاص میں سے ہیں۔ صحابہ میں سے حضرت سہل بن سعد ساعدی نے ان سے روایت کی ہے جو بخاری میں موجود ہے اور تابعین میں سے تو خود مودودی صاحب کے دادا حضرت علی زین العابدین رحمہ اللہ نے بھی روایت کی ہے یہ بھی بخاری میں موجود ہے ان کے علاوہ دیگر تابعین حضرات سعید بن مسیب۔ عبیداللہ۔ عروہ بن زبیر نے بھی روایت کی ہے نیز امام اہل یمن عبدالرزاق جو شیعی بھی تھے وہ بھی حضرت مروان رضؓ کی روایتوں کے ایک راوی ہیں موطا۔ بخاری۔ نسائی

میں حضرت مروان کے فیصلے۔ فتاوے آج بھی موجود ہیں۔ تاریخ خمیس میں ان کو فقیہ۔ عالم اور ادیب کہا گیا ہے ایسے معتبر صحابی کو بُرا بھلا کہنا ایک کافر کے بھی بس کا نہیں تھا۔ مگر سبائیہ کی طرف رکون و میلان نے آج شہادت حق کے مناد اقامتِ دین کے داعی۔ جماعت اسلامی کے امیر۔ بین الاقوامی شہرت کے مالک۔ مولانا مودودی کو ایسے معتبر صحابی کی بدگوئی پر بھی جری بنا دیا ہے اس پر سبائیہ کے لئے تو غالب کا یہ مصرعہ موزوں معلوم ہوتا ہے ؏ ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

اور مودودی صاحب کے لئے مولانا روم کا یہ شعر حسب حال ہے ؎

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں دہد

(ب) ولیدؓ بن عقبہ :- یہی ہیں وہ ابی مُعَیط۔ جن کو مودودی صاحب نے کم علمی یا عناد سے بنو امیہ کا مترادف سمجھا اور بہت بُرا بھلا کہا ہے یہ بھی صغار صحابہ میں ہیں اور حضرت عثمانؓ کے ماں جائے بھائی ہیں فتح مکہ کے وقت حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضورؐ نے دوسرے بچوں کے ساتھ ان کو بھی دُعائے برکت دی انکی تربیت تمامتر حضرت صدیق اکبرؓ نے کی۔ یہی وجہ ہے کہ یہ رحمدلی۔ تبلیغ اسلام میں سادہ مزاجی میں عین بین حضرت صدیق اکبرؓ کا نمونہ تھے باوجود نو عمری کے حضرت صدیقؓ ان کو اکابر صحابہ کے ساتھ اپنی مجلس میں بٹھلاتے تھے۔ حضرت صدیقؓ کی نگاہ ایمانی نے ان کے ذاتی جوہر اور فطری صلاحیتیں بھانپ لی تھیں۔ آپ نے ولید کو پہلے فوجی احکام راز کی مکاتبت پر رکھا پھر سپہ سالار ابن غَنَم کا مددگار بنا کر بھیجا (طبری ج ۴ ص ۲۲) پھر ۱۳ھ میں محصّل صدقات بنایا پھر شرق اردن میں کماندار بنا کر بھیجا ۱۵ھ میں حضرت عمرؓ نے ان کو جزیرہ کا عامل بنایا۔ ان کو مودودی صاحب نے مے نوش

لکھا ہے حالانکہ بالکل جھوٹ ہے اس کا قصّہ یہ ہے :-
یہ پہلے اہل کوفہ کے محبوب گورنر تھے مگر جب انھوں نے کوفہ کے تین لڑکوں کو
ثابت شدہ جرائم پر شرعی سزا دی تو ان کے سرپرستوں نے (جن کے نام یہ ہیں :-
ابوزینب ازدی - ابومورع - ابوزہیر جندب) حضرت ولید کو بدنام کرنے کی
ٹھان لی - ایک دن ولید کے یہاں ایک نصرانی مہمان آیا - ولید اور نصرانی انگور کے دانے
کھا رہے تھے اسی وقت اتفاق سے یہ لوگ پہنچے تو ولیدؓ نے انگوروں کا پلیٹ کسی وجہ سے
تخت کے نیچے چھپا دینا چاہا - حضرت ولید کا دربار رات میں دیر تک رہا اور جب حضرت
ولید کو نیند آنے لگی تو درباری اٹھ اٹھ کر جانے لگے ابومورع - ابوزینب
محل ہی میں چھپ گئے ولیدؓ نے نیند کے غلبہ میں تکیہ پر سر رکھا اور سو گئے ان دونوں نے ان کی
انگلی سے انگوٹھی چرا کر خلیفہ سے شکایت کی کہ ولید نے شراب پی ہے اور جب ولید کو شرابی ہونے کی
تہمت و بہتان لگا چکے تو اس کے ثبوت کے لئے دو جھوٹے گواہ بھی تیار کر لئے - دربارِ عثمانی
میں معاملہ پہنچا - ثبوت شرعی موجود تھا اس لئے باوجودیکہ خلیفہ کو حضرت ولید کے بارے میں
ایک فیصدی بھی گمان شراب خواری کا نہ تھا مگر شرعی شہادت سے مجبور ہو کر انھوں نے نہ صرف
یہ کہ حضرت ولید کو گورنری سے معزول کر دیا بلکہ ان کو سزا میں کوڑے بھی لگائے - آخر میں
زبان مبارک سے یہ بھی فرمایا کہ "پیارے بھائی صبر کر لو" اس کے علاوہ یاد رہے کہ جب
تک علانیہ شراب کوئی نہ پئے تو وہ فاسق تو ہوگا مگر اس کی عدالت فوت نہ ہوگی -
ایک شخص کو خود حضورؐ نے شراب نوشی پر سزا دی اور پھر فرمایا اسے برا مت کہو - ایک
حاکم کو حضرت عمرؓ نے بھی اسی پر سزا دی - ان پر مولانا مودودی نے ایک الزام اور
بھی دیا ہے اس کا حال بھی یہیں سن لیجئے کہ انھوں نے ایک بار فجر کی نماز نشہ میں

پڑھائی اور چار رکعات پڑھادیں سلام پھیرنے کے بعد کہنے لگے "اور پڑھاؤں؟"
اللہ اکبر کتنا سخت الزام ہے اُس عہد کی پوری اُمت محمدیہ پر کہ کسی کو اتنا علم بھی فقہ
کا نہ تھا کہ صحابہ و تابعین کی پوری جماعت نے لقمہ دئے اور ٹوکے بغیر امام ولید کو فرض
فجر میں تیسری رکعت کے لئے اُٹھ جانے دیا پھر خود بھی چُپ چاپ تیسری رکعت انکے
پیچھے پڑھ لی پھر انھوں نے چوتھی رکعت کا قیام و قرأۃ کیا ہوگا اس کی بھی اجازت دیدی
اور خود چُپ چاپ ان کے پیچھے چوتھی بھی پوری کرلی کسی نے لقمہ نہ دیا اور وہ تو
خیریت ہی ہوگئی کہ امام ولید نے از خود چوتھی پر سلام پھیر دیا ورنہ اگر وہ پانچویں اور پھر
چھٹی اور زیادہ رکعات پڑھانے کو تیار ہو جاتے تو سب کے سب ان تمام رکعات میں بغیر
چوں و چرا کئے اقتدا جاری رکھتے۔ انا للہ ایسی نادر عقل بھی مولانا مودودی ہی کی ہوسکتی ہے کہ
صحابہ کو اتنا بے علم سمجھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ صحابی پر جھوٹ باندھتے وقت مودودی صاحب شائد نشہ میں تھے۔
قریب ہے یار روز محشر۔ چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چُپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

۳۔ سعیدؓ بن العاص اموی:۔ صغار صحابہ میں تھے وفات نبوی کے وقت
نو برس کے تھے۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں کتابت مصحف میں یہ بھی شریک کئے گئے تھے
عہد عثمانی میں جہاد طبرستان کے سپہ سالار یہی تھے اُن کی ماتحتی میں حضرات
ابن عباسؓ۔ حسنؓ۔ حسینؓ بھی گئے تھے (طبری ج ۵ ص۵۷)۔ ولیدؓ کے بعد کوفہ
کے گورنر ہوئے۔ ایک دن سعیدؓ کے دربار میں کوفہ کی سبائی مفسد پارٹی کے لیڈر
اُشتر نخعی نے شورش مچاکر لوگوں کو مارپیٹ کی یہ گستاخی دیکھ کر اہل تمیز کوفیوں
نے از خود اشتر کو سزا دینی چاہی مگر حضرت سعیدؓ نے خوبی سے ان کو ٹال دیا اور

حضرت عثمانؓ کو لکھا ان کی ایما پر اس جماعت کو حضرت معاویہؓ کے پاس شام میں اور حضرت خالدؓ کے بیٹے عبدالرحمنؓ کے پاس حمص میں بھیج دیا ان حاکموں نے ان بدمعاشوں کے سارے کس بل نکال دیے پھر جب توبہ کی تب ان کو کوفہ میں داخلہ کی اجازت ملی سعیدؓ مدینہ گئے ہوئے تھے واپس آنے لگے تو اشتر نے پھر شورش مچائی یہ دیکھکر انتظاماً حضرت عثمانؓ نے سعید کو ہٹا کر ابو موسیٰؓ اشعری کو بھیجا تھا۔ کچھ حضرت سعیدؓ کی نااہلی کی بنا پر نہیں ہٹایا تھا۔

۴۔ عبداللہ بن عامر بن کریز اموی :۔ یہ حضرت عامرؓ صحابی کے بیٹے تھے اور خود بھی صحابیؓ تھے ان کی دادی ام حکیم بیضاؓ آنحضرتؐ کی پھوپھی تھیں خواجہ عبداللہ کے ساتھ جڑواں پیدا ہوئی تھیں۔ آپ پہلے شخص ہیں جنھوں نے عرفات میں حجاج کے لئے حوض بنوائے تھے عہد فاروقی میں خراسان۔ سجستان۔ کرمان کو فتح کیا۔ فتح ایران کی وجہ سے ایرانی ان کے بھی دشمن ہوگئے اور ان کو بہت بدنام کیا حضرت معاویہ و حسن رضی اللہ عنہما کے درمیان صلح کے شرائط انھیں کی کوششوں سے طے ہوئے تھے۔

۵۔ عبداللہؓ بن سعد بن ابی سرح عامری :۔ پہلے بحری جہاد میں جن کے لئے حضورؐ نے جنت کو واجب فرمایا تھا (بخاری) فوج کے ایک دستہ کے امیر بن کر یہ بھی شریک تھے۔ یہ حضرت عمرؓ کے معتمد لوگوں میں سے تھے اس لئے حضرت عثمانؓ نے انکو بیت المال کا افسر بنایا تھا اتفاق سے عمروؓ بن العاص گورنر مصر کو کسی وجہ سے یہ تقرر پسند نہ آیا تو وہ عبداللہؓ کے خلاف کچھ کہنے مدینہ آئے۔ حضرت عثمانؓ ان کی اس بے اصولی پر ناراض ہوئے کہ بلاوجہ مصر کو خالی چھوڑ کر چلے آئے تو آپ نے ابن عاصؓ کو معزول کر کے عبداللہؓ کو مصر کا گورنر مقرر کیا۔ چونکہ یہ سبائی مفسد گروہ کی گوشمالی مصر و فسطاط

وغیرہ میں سختی سے کرتے رہتے تھے اس لئے سبائیہ ان کے بھی سخت دشمن تھے اور انکو بدنام کرتے تھے اور اب سبائیہ نے صحابہؓ کی بدگوئی کا کام مودودی صاحب کے سپرد کر دیا ہے۔ اس سے ممکن ہے کہ مودودی صاحب کی شہرت جو کم ہو چلی ہے کچھ زیادہ ہو جائے اور ممکن ہے کچھ مالی امداد بھی مل جائے مگر اتنا میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ انھوں نے اپنی عاقبت ضرور برباد کر ڈالی اگر تائب نہ ہوں گے تو ان کا حشر بھی سبائیوں کے ساتھ ہوگا

طعن سوم: مودودی صاحب کا ارشاد ہے:۔

"ان (حضرت عثمانؓ) کے عہد میں بنی اُمیہ کو کثرت سے بڑے بڑے عہدے اور بیت المال سے وظیفے دئے گئے اور دوسرے قبیلے اسے تلخی سے محسوس کرنے لگے۔ ان کے نزدیک یہ صلہ رحمی کا تقاضا تھا چنانچہ وہ کہتے تھے کہ "عمرؓ خُدا کی خاطر اپنے اقربا کو محروم کرتے تھے اور میں خُدا کی خاطر اپنے اقربا کو دیتا ہوں ابوبکرؓ و عمرؓ بیت المال کے معاملہ میں اس بات کو پسند کرتے تھے کہ خود بھی خستہ حال رہیں اور اپنے اقربا کو بھی اسی حالت میں رکھیں مگر میں اس میں صلہ رحمی کرنا پسند کرتا ہوں" اس کا نتیجہ آخرکار وہی ہوا جس کا حضرت عمرؓ کو اندیشہ تھا۔ اُن (عثمانؓ) کے خلاف شورش برپا ہوئی اور صرف یہی نہیں کہ وہ شہید ہوئے بلکہ قبائلیت کی دبی ہوئی چنگاریاں پھر سُلگ[1] اُٹھیں جن کا

---

[1] چنگاری سُلگنا نیا محاورہ ہے۔ اب تک تو دلّی کا محاورہ تھا چنگاری بھڑک اُٹھی اور آگ یا لکڑی (تر یا خشک) سُلگی مگر مودودی صاحب نے اسلاف کی تاریخ مسخ کرنے کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ مادری زبان کو بھی مسخ و نسخ و فسخ کر دینا چاہا ہے فللّٰہِ درّہٗ ۔

شعلہ خلافت راشدہ کے نظام ہی کو پھونک کر رہا ہے" (ترجمان مئی ص۱۹)

گویا اس عبارت میں مودودی صاحب نے یہ بتانا چاہا ہے کہ عثمان غنی رضی کی اقربا پروری ہی نے ان کو شہید کر دیا اسی نے قبائلی عصبیت کی دبی ہوئی چنگاریاں پھر سے بھڑکا دیں۔ عثمان رضی غلط قسم کے خلیفہ تھے ورنہ خلیفہ راشدہ کو زیب نہیں دیتا کہ وہ عوام پر اقربا کو ترجیح دے۔ عثمان رضی نے بیت المال سے غلط موقعوں پر بھی خرچ کیا اس کا جواب ذرا تفصیلاً عرض کرتا ہوں۔

امر اول۔ ذہن کو ذرا صاف رکھ کر غور کیجئے کہ یہ بات آج مودودی صاحب سیدنا عثمان رضی کے خلاف اپنی سوچی سمجھی رائے۔ اپنا پکا پکایا خیال اپنا جما جمایا عقیدہ بیان کر رہے ہیں ان کے بارہ میں مودودی صاحب خود اپنے ہی علم ویقین کا اظہار کر رہے ہیں یعنی یہ بات نہیں ہے کہ مودودی صاحب چودہ سو برس پہلے کے مفسدین سبائیہ کے الزامات کو حکایتہً بیان کر رہے ہوں۔ ان دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے اب میں چاہتا ہوں کہ تاریخ سے ابن سبا مفسد کے ہمنواؤں کے وہ الزامات یہاں نقل کر دوں جو انھوں نے عہد عثمانی ہی میں اپنے زعم میں حضرت عثمان رضی کے معزول یا شہید کئے جانے کے جواز کے لئے سوچ کر تیار کئے تھے۔ اس کے بعد مودودی صاحب کے الزامات لکھ کر دونوں کی یکسانی دکھاؤں گا۔

قاضی ابوبکر بن عربی (امام غزالی رح کے شاگرد) جن کا زمانہ ۴۶۸ھ سے ۵۴۳ ہجری تک تھا اپنی کتاب العواصم من القواصم میں لکھتے ہیں:۔

لہ خلیفہ راشد اپنی نیت بتا رہا ہے کہ "میں یہ صلہ رحمی خدا کی خاطر" اور ابتغاءً لمرضات اللہ کرتا ہوں اور حضور نے خلفاء راشدین کی سنت کا درجہ اپنی سنت کے برابر بتایا ہے یہ کیسی بوالعجبی ہے کہ اب آج اسلام کا ایک راز داں نہ خلیفہ راشد کی نیت تسلیم کرنا چاہتا ہے اور نہ ارشاد نبوی کی بھی پرواہ کرتا ہے بلکہ سیدنا عثمان رضی پر بیت المال کے غلط مصرف کا الزام لگاتا ہے ۱۲

"قالوا متعدين متعلقين بروایۃ کذا بین جارعثمان فی ولایتہ بمظالم ومناکیر منہا" الخ (ترجمہ) اُن بلوائیوں نے ظلم و تعدّی سے جھوٹے لوگوں کی روایت میں پھنس کر اعتراضًا کہا کہ عثمانؓ نے تو اپنے عہد میں بہت سے مظالم اور قابل انکار باتیں کر ڈالیں (۱) انھوں نے حضرت عمارؓ کو اتنا مارا کہ ان کی آنتیں پھٹ کر نکل پڑیں (۲) انھوں نے حضرت ابن مسعودؓ کو اتنا مارا کہ ان کی پسلیاں ٹوٹ گئیں اور ان کی تنخواہ وعطایا بھی بند کر دیے (۳) انھوں نے قرآن کے جمع کرنے میں اور مصحفوں کے جلانے میں بدعت کی۔ (۴) انھوں نے سرکاری چراگاہ گھیری۔ (۵) انھوں نے حضرت ابو ذرؓ کو مدینہ سے جلاوطن کر کے رَبذہ بھیج دیا۔ (۶) انھوں نے حضرت ابوالدرداءؓ کو شام کی طرف نکال دیا۔ (۷) انھوں نے مروانؓ کو مدینہ میں واپس بُلا لیا حالانکہ ان کو حضورؐ شہر بدر فرما چکے تھے۔ (۸) سفر کی نمازوں میں قصر کی سُنّت کو انھوں نے ختم کر دیا۔ (۹) حضرت معاویہؓ کو انھوں نے حاکم بنایا۔ (۱۰) عبداللہؓ بن عامر کو عہدہ دیا۔ (۱۲) ولیدؓ بن عقبہ کو عہدہ دیا حالانکہ وہ بدعمل تھے والی ہونے کے لائق نہ تھے (۱۳) مروانؓ کو افریقہ کا خمس دے دیا۔ (۱۴) انھوں نے لاٹھی ڈنڈے سے سزائیں دیں حالانکہ حضرت عمرؓ کوڑے اور دُرّے سے سزا دیتے تھے۔ (۱۵) انھوں نے منبر کے اُسی درجہ پر بیٹھنا شروع کیا جس پر حضورؐ بیٹھتے تھے حالانکہ ابوبکرؓ اس سے ایک درجہ نیچے اور عمرؓ اس سے ایک درجہ اور بھی نیچے بیٹھا کرتے تھے۔ (۱۶) یہ غزوہ بدر میں نہیں گئے اور جنگ احد میں بھاگ کھڑے ہوئے اور بیعت رضوان سے بھی غائب تھے۔ (۱۷) انھوں نے عبیداللہؓ بن عمرؓ کو ہُرمزان کے قصاص میں قتل نہیں کیا حالانکہ ہرمزان ہی تھا جس نے ابو لوءہ کو خنجر دیا تھا اور اُسی نے اس کو حضرت عمرؓ

کے قتل پر اُکسایا تھا چنانچہ اس نے ان کو شہید کر دیا (۱۸) اُنھوں نے اپنے غلام سے ایک فرمان عبداللہ بن سعد کے پاس بھیجا کہ اس میں جن جن لوگوں کے نام ہیں ان کو قتل کر دو"۔ انتھیٰ (العواصم۔ قاصمہ دوم ص ۶۲۔۶۱)

اب ہم ذیل میں مودودی صاحب کی فردِ قرار جُرم لکھتے ہیں جو سیدنا عثمانؓ کے خلاف انھوں نے تیار کی ہے اور دونوں کی یکسانی دکھاتے ہیں:۔

۱۔ انھوں نے پے در پے بنی امیہ کو بڑے بڑے اہم عہدے عطا کئے اور ان کے ساتھ ایسی رعایات کیں جو "عام طور پر لوگوں میں" ہدف اعتراض بن کر رہیں مثال کے طور پر انھوں نے افریقہ کے مال غنیمت کا پورا خمس (۵ لاکھ دینار) مروان کو بخش دیا (واضح ہو کہ یہی حضرت عثمانؓ کے بلوائیوں کا تیرھواں اعتراض ہے جیسا مذکور ہوا)۔

(۲) حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو معزول کر کے انھوں نے کوفے کی گورنری پر اپنے ماں جائے بھائی ولیدؓ بن عقبہ کو مقرر فرمایا (عواصم کا بارھواں نمبر دیکھیے)

۳۔ ولید کے بعد کوفہ کی گورنری اپنے ایک اور عزیز سعیدؓ بن عاص کو دی۔

۴۔ حضرت ابوموسیٰؓ اشعری کو بصرے کی گورنری سے معزول کر کے اپنے ماموں زاد بھائی عبداللہؓ بن عامر کو ان کی جگہ مامور کیا (عواصم کا دسواں اعتراض یہی تھا)۔

۵۔ حضرت عمروؓ بن عاص کو مصر کی گورنری سے ہٹا کر اپنے رضاعی بھائی عبداللہؓ بن سعد بن ابی سرح کو مقرر کیا۔

۶۔ حضرت معاویہؓ سیدنا عمرؓ فاروق کے زمانہ میں صرف دمشق کی ولایت پر تھے۔ حضرت عثمانؓ نے ان کی گورنری میں شام فلسطین۔ اردن اور لبنان کا پورا علاقہ

جمع کر دیا۔ (عواصم کا نواں اعتراض یہی تھا)

۷۔ اپنے چچا زاد بھائی مروان رضؓ بن الحکم کو انھوں نے اپنا سکریٹری بنالیا جسکی وجہ سے سلطنت کے پورے در و بست پر اس کا اثر و نفوذ قائم ہوگیا۔ اس طرح عملاً ایک ہی خاندان کے ہاتھ میں سارے اختیارات جمع ہو گئے۔ (العواصم کا گیارھواں اعتراض بلوائیوں کا یہی تھا)۔

مودودی صاحب ان اعتراضات کے بعد لکھتے ہیں "ان باتوں کا ردِ عمل صرف عوام ہی پر نہیں اکابر صحابہ تک پر کچھ اچھا نہ تھا اور نہ ہو سکتا تھا"۔ (ترجمان جون)

غرض یہ کرنا ہے کہ مودودی صاحب نے منافق بلوائیوں کے چبائے ہوئے نوالے جو آج بھی چبانے شروع کر دئے تو آیا ان کو حضرت عثمانؓ کے اس جواب دعویٰ کا علم بھی ہے یا نہیں جو عہدِ عثمانی سے لے کر آج تک نہ معلوم کتنی بار دیا جا چکا ہے اور کیونکر کہدوں کہ ان کو علم نہیں جبکہ وہ خود ہی لکھتے ہیں:۔

"حضرت عثمانؓ کے خلاف الزامات کی ایک طویل فہرست مرتب کی جو زیادہ تر بالکل بے بنیاد اور ایسے کمزور الزامات پر مشتمل تھی جن کے جوابات دئے جاسکتے تھے اور بعد میں دئے بھی گئے .... (نیز لکھتے ہیں)

حضرت علیؓ نے ان کے ایک ایک الزام کا جواب دے کر حضرت عثمانؓ کی پوزیشن صاف کی" (ترجمان جون ص۲۵۵)

پھر جب حضرت علیؓ تک نے ان کے ایک ایک الزام کا جواب دے دیا تو آج ان کے صاحبزادے کی یہ کتنی بڑی سعادت ہے کہ اب بھی سبائیہ کی طرح وہی الزامات

حضرت عثمانؓ لگانے کو تیار ہیں۔ اب کس کے منہ میں بتیس دانت ہیں جو مودودی صاحب سے پوچھے کہ حضرت علیؓ آپ کے نزدیک اکابر صحابہ میں داخل ہیں یا نہیں اور انھوں نے جو بلوائیوں کے ایک ایک الزام کا جواب دے کر حضرت عثمانؓ کی پوزیشن صاف کی تو یہ حضرت عثمانؓ کے مظالم کا اچھا اثر پڑنے کو ظاہر کرتا ہے یا بُرا اثر پڑنے کو۔ مودودی صاحب کا حضرت علیؓ کے موقف سے بھی یہ ہٹنا دیکھ کر صاف یہ معلوم ہوتا ہے کہ تقدیر الٰہی، مودودی صاحب کو اہلسنت سے ہٹا کر جماعت سبائیہ میں داخل ہی کرنا چاہتی ہے مودودی صاحب پہلے تو ابن آل عبا تھے اب آل ابن سبا بن گئے فاعتبروا یا اولی الابصار۔

امر دوم:- اب افریقہ کے خُمس کا قصہ المسنت سے بھی سُن لیجئے:-

امام غزالی کے شاگرد قاضی ابوبکر ابن العربی لکھتے ہیں: "رہا اُن (عثمان) کا افریقہ کے خمس کو کسی ایک شخص کو دے دینا تو یہ صحیح نہیں۔ باوجود اس کے کہ امام مالک اور علما کی ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ امام و خلیفہ کے اختیار میں یہ ہے کہ وہ خُمس کے متعلق کیا رائے قائم کرتا ہے اور اُسے حق بھی ہے کہ اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرے اور کسی ایک شخص کو خمس کا دے دینا بھی جائز ہے" (العواصم من القواصم ص ۱۰۰-۱۰۱)

یہ تو اس کی فقہی حیثیت تھی اس کی تاریخی حقیقت یہ ہے کہ شاہ معین الدین ندوی لکھتے ہیں کہ (الف) ابن خلدون نے لکھا ہے کہ "حضرت ابن زبیرؓ نے فتح کی خوشخبری اور مال غنیمت کا پانچواں حصہ مدینہ بھیجا جسے مروان بن الحکم نے پانچ لاکھ دینار[1]

[1] یہاں غالباً کچھ تسامح ہے پورے خمس کی مالیت تو البتہ ۵ لاکھ دینار کی تھی مگر اسے مروان نے ایک لاکھ درہم یا پچاس ہزار روپئے میں خریدا تھا۔ واللہ اعلم۔

میں "خرید لیا"۔ اور بعض جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے مروان کو بخش دیا تھا "یہ صحیح نہیں" (خلفاء راشدین ص ۱۶۹ بحوالہ ابن خلدون ج ۲ ص ۱۲۹)

(ب) ڈاکٹر خورشید احمد فارق ایک شیعی مورخ یعقوبی کے حوالہ سے لکھتے ہیں:-

"خمس افریقہ کا مشہور اور ہمارے خیال میں زیادہ مستند قصہ یہ ہے کہ ۲۷ھ میں حضرت عثمانؓ غنی کی ترغیب پر گورنر مصر عبداللہؓ بن سعد بن ابی سرح نے شمالی افریقہ (موجودہ ٹیونس و الجیریا) پر جو بازنطینی حکومت کے ماتحت تھا فوج کشی کی۔ فوج میں ایک تازہ ڈویژن مدینہ کا تھا جس میں صحابہ کے علاوہ ان کے جوان لڑکوں کی بھی کافی تعداد تھی۔ یہ مہم خاصی طویل ہوگئی اور کافی دقت کے بعد عرب فتحیاب ہوئے اس لڑائی میں عثمانؓ غنی کے داماد مروانؓ بھی موجود تھے مال غنیمت کے پانچ حصوں میں سے چار تو فوج نے آپس میں (حسب قانون شریعت) بانٹ لئے اور پانچواں حصہ حسب قاعدہ مرکز (مدینہ) کے لئے الگ کر دیا گیا۔ خمس میں پچیس لاکھ روپئے (پانچ لاکھ دینار) کا سونا چاندی تھا اس کے علاوہ سامان اور مویشی بھی تھے سامان اور مویشیوں کا کئی ہزار میل دور مدینہ بھیجنے میں دقت نظر آئی اس لئے اس کا نیلام کر دیا گیا جو مروانؓ نے ایک لاکھ درہم یا پچاس ہزار روپے میں خرید لیا۔ اس رقم کا بیشتر حصہ انھوں نے نقد ادا کر دیا اور جو کسر رہ گئی اس کو مدینہ جا کر ادا کرنے کا وعدہ کر لیا۔ سپہ سالار نے خمس کو مروان کی تحویل میں دیا اور تاکید کی کہ جلد از جلد جا کر خلیفہ کو فتح کا مژدہ سنائیں اور قیمت کی بقیہ) کسر اس میں شامل کر کے خمس (کی رقم پوری کر کے) خزانہ میں جمع کر دیں۔ مدینہ کے باشندے اپنے لڑکوں اور عزیزوں کی طرف سے بڑے متفکر تھے اور ان کی خیریت کے بے چینی سے منتظر۔ مروانؓ نے آکر فتح اور خیریت کا مژدہ سنایا تو

سارے شہر میں مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ عثمان رضؓ غنی نے خوش ہو کر "وہ رقم معاف کر دی جو مختصر سی (قیمت کی بقیہ) مروان کے ذمہ رہ گئی تھی" اور ایک قول یہ ہے کہ مروان کی درخواست پر عثمان رضؓ غنی نے ایسا کیا تھا" انتہیٰ (عثمان رضؓ غنی کے سرکاری خطوط ص ۹۵ بحوالہ تاریخ الخمیس۔ یعقوبی۔ انساب الاشراف)۔

اس کے بعد انھیں مصنف نے ص۹۷ پر مشہور شیعی معتزلی شخص "جُبائی" کا قول نقل کیا ہے جس میں تصریح ہے کہ خمس افریقہ کا مروان کو بخش دینا کوئی واقعی محفوظ روایت نہیں بلکہ محض تنقیص کی غرض سے یہ قصہ گھڑا گیا ہے (عثمان غنی کے سرکاری خطوط ص۹۷) لیجئے یہ تھی حقیقت اُس خمس افریقہ کے بخشنے کی داستان کی۔ شیعی مورخین تو اسے فرضی داستان اور چنڈو خانہ کی گپ لکھتے ہیں مگر ہمارے زمانہ کے راز دانِ شریعت، دین اور شہادتِ حقہ کی داعی اور ہمہ دانی کے مدعی سُنّی فرماتے ہیں کہ جی نہیں! حضرت حضرت عثمان رضؓ نے افریقہ کے مالِ غنیمت کا پورا خمس مروان کو بخش دیا ؏

یں ہوا کافر تو وہ کافر مسلماں ہو گیا انا للہ۔

مودودی صاحب! انصاف شرط ہے بھلا ایسے لچر اور بے سر و پا لگا دینے سے آپ علامہ عباسی کی تحقیقی تصانیف کا جواب دے سکیں گے یا ان کی برابری کر لیں گے؟ کاش آپ استیعاب کے ساتھ جدید تاریخی ریسرچ "عثمان رضؓ غنی کے سرکاری خطوط" ہی کا مطالعہ کر لیتے تو آپ نہ بہک سکتے!

اب اس تحقیقی جواب کے ساتھ یہ الزامی جواب بھی سُن لیجئے کہ اس واقعہ سے تقریباً بارہ تیرہ سال قبل اسی قبیل کا ایک واقعہ اور بھی پیش آچکا تھا یہی لائق مصنف (ڈاکٹر فارق) لکھتے ہیں:۔ "ابوبکر رضؓ صدیق نے نوجوان صحابی انس رضؓ بن مالک کو بحرین پہ زکات کا

محصِّل مقرر کر کے بھیجا تھا وہ جب زکات لے کر لوٹے تو ابو بکرؓ صدیق کا انتقال ہو چکا تھا اور عمر فاروقؓ خلیفہ تھے وہ پہلے سے انسؓ کے قدر دان تھے۔ انسؓ نے زکات بیش کی جو اونٹوں اور دو ہزار روپئے (چار ہزار درہم) پر مشتمل تھی۔ عمر فاروقؓ نے اونٹ لے لئے اور روپئے انسؓ کو بخش دئے (ایضاً ص۹۶) اور اس سے بھی پہلے حضرت ابو بکرؓ نے عدیؓ بن حاتم طائی کو زکات کے اونٹوں میں سے ۳۰ اونٹ بخش دئے (تاریخ ردہ از ڈاکٹر فارق ص۳۲)

لیجئے وہی فعل جس پر آج کے راز دانِ شریعت اور داعیٔ دین کو حضرت عثمانؓ پر غصہ آیا تھا یعنی بیت المال کی رقم کسی کو بخش دینا۔ وہی فعل حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ نے بھی کیا۔ پھر ظاہر ہے کہ اس داعیٔ دین کو حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ پر بھی غصہ ضرور آیا ہوگا پھر بھی جو انھوں نے اس مضمون میں ان دونوں پر بھی اعتراض نہیں کر دیا تو بس سمجھ لیجئے کہ اس وقت انتہائی مروّت برت کر اور کچھ رحم کھا کر ان دونوں کو چھوڑ دیا ہے مگر اس کمی کو غالباً جلد ہی کسی اگلی صحبت میں پوری فرما دیں گے۔ داعیٔ دین دراصل حکمت سے کام لیتے ہیں ابھی صرف حضرت عثمانؓ پر اعتراض کر کے وہ مسلمانان ہند و پاک کی قوتِ برداشت کا اندازہ کر رہے ہیں۔ جب ان کے دین میں مصلحتِ وقت تقاضا کرے گی تو اگلا قدم بھی اٹھائیں گے اس لئے کہ سبائیت جہاں بھی آتی ہے اپنے تمام تقاضوں کے ساتھ آتی ہے۔ سبِّ معاویہؓ و سبِّ عثمانؓ کے بعد سبِّ شیخینؓ پھر (نعوذ باللہ) استخفافِ رسولؐ پھر (معاذ اللہ) خُدا کے لئے مسئلۂ بدا کا جواز۔ پھر عمل میں ترکِ تراویح اور اس کی جگہ ماتم حسینؓ کی مجلسوں میں شرکت۔ پھر تقیہ و مُتعہ وغیرہ امور ایک کر کے آتے اور سبائیت کی تکمیل کرتے ہیں چنانچہ چند امور کا ظہور تو ہو چلا ہے

۱۔ جماعتِ اسلامی پاکستان کا یہی امیر ۱۰ جون ۶۲ء کو مسٹر زیدی ایڈوکیٹ ٹمپل روڈ لاہور کے یہاں ماتم حسین کی مجلس میں نہ صرف شرکت کرتا ہے بلکہ رسالہ انوار الاسلام رام نگر بنارس کے شمارہ اکتوبر ۶۲ء کی اطلاع کے مطابق اس مجلس میں کچھ "خطاب" بھی فرماتا ہے جس میں یہ ایمان سوز جملہ بھی کہتا ہے۔

"..... چنانچہ وہ (صحابہ) اس وقت بھی خاموش رہے جب اصحاب عشرہ مبشرہ۔ اصحاب بدر۔ اصحاب شجرہ رضی اللہ عنہم کی موجودگی میں یزید جیسے لونڈے[لہ] کو امیر الحج اور امیر الجہاد مقرر کیا" (رسالہ انوار الاسلام بنارس اکتوبر ۶۲ء ص ۲۳) خیر اس میں یزید تابعی کے لئے جسے مودودی صاحب کے چچا محمد بن الحنفیہ سراہتے ہیں (دیکھو البدایہ والنہایہ ج ۸ ص ۲۳۳) اور جسے امام غزالیؒ دعائے رحمت رحمہ اللہ دینا مستحب کہتے ہیں۔ جیسی شریفانہ زبان استعمال کی گئی ہے اس کی داد آج کوئی انسان تو کیا دے سکے گا ہاں امید و یقین ہے کہ کل بروز قیامت حق تعالیٰ اس کی پوری داد دیں گے۔ لیکن ان کا جملہ پھر پڑھئے تو معلوم ہوگا کہ مودودی صاحب اس جملے میں ۵۷ھ کے تمام ہی حضرات صحابہ کو غلط روش اور بیجا خاموشی کا مجرم گردان رہے ہیں! سبحان اللہ! کیوں نہ ہو

ع ہو نائبِ رسول کو اتنا تو اختیار!

بہر حال اس شرکتِ مجالس ماتم حسین سے قیاس ہوتا ہے کہ وہ تراویح یا تو

لہ اگر اس میں یزید کی کم عمری وجہ اعتراض بنی ہے تو اس میں معاویہ رضؓ نے سنتِ نبوی کی پیروی کی تھی کہ حضورؐ نے حضرت اسامہؓ (عمر شاید ۲۰ سال) کو جیشِ اسامہ کا امیر اور ابوبکرؓ و عمرؓ و علیؓ وغیرہم جیسے اصحاب عشرہ مبشرہ و اصحاب بدر و اصحاب شجرہ رضی اللہ عنہم کو اسامہؓ کا ماتحت بنایا تھا ۱۲

پڑھتے ہی نہ ہوں گے یا کم پڑھتے ہوں گے۔

۲۔ سبِّ صحابہ۔ سبِّ عثمان رضؓ کا نمونہ موجود ہی ہے اور جب تیسرے خلیفۂ راشد ہیں (جس پر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ ختم ہوگئی) اتنے قابلِ شکایت اور لائق الزام صفات تھے تو کیا آپ سمجھتے ہیں کہ نعوذ باللہ یہ گرد خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دامنِ اقدس تک نہ پہنچے گی؟ کیا حضرت عثمان رضؓ پر الزام لگانے سے یہ نتیجہ کسی درجہ میں نہیں نکلتا کہ معاذ اللہ یہ حضورؐ کا فیضان صحبت اور ذوق انتخاب آخر کیسا تھا کہ تیسرے ہی جانشین نے بیت المال میں خیانت کی عصبیت جاہلی کے اثر میں آگئے؟ وغیرہ وغیرہ۔

۳۔ اور اب لیجئے اگر شاہی مسجد شجاع آباد پاکستان کے خطیب مولانا احسان احمد صاحب کی بتائی ہوئی اطلاع صحیح ہے تو جی بھر کے حیرت یا ماتم کیجئے کہ جماعت اسلامی پاکستان کا بھی امیر "جوازِ متعہ کی صورتیں تلاش کرتا پھر رہا ہے" انتہیٰ بتغیر۔ ہائے میر نے خوب کہا ہے۔ ابتدائے رفض ہے روتا ہے کیا آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا؟

[کتاب اصحاب رسول سے عادلانہ دفاع از نور الحسن بخاری کا مقدمہ]

طعن ۴ ب۔ اقربا پروری کے ذیل میں ایک اعتراض سیدنا عثمان رضؓ پر یہ بھی ہے کہ انھوں نے اپنے عزیزوں کو جاگیریں دیں اس اعتراض میں اگر اصل اعتراض "عزیزوں" پر ہے تو جہاں تک ہمیں معلوم ہے۔ سیدنا عثمان رضؓ غنی نے جن افراد کو جاگیریں دیں وہ سات حضرات ہیں:۔

(۱) عثمان رضؓ بن العاص ثقفی۔ ان کے مکان کو سیدنا عثمان رضؓ نے لے کر مسجد نبوی کی توسیع کی تھی اس کے بدلے ان کو بصرہ کے باہر جاگیر دی تھی۔ (۲) عبد اللہ رضؓ بن مسعود۔ (۳) عمار رضؓ بن یاسر (۴) خباب بن ارت۔ (۵) اسامہ رضؓ بن زید۔ (۶) زبیر بن عوام (۷)

سعدؓ بن ابی وقاص مگر ان میں صرف سیدنا زبیرؓ بن عوام تو ضرور سیدنا عثمانؓ کے عزیز (سمدھی) تھے باقی حضرات کے متعلق ہم یہی جانتے ہیں کہ وہ حضرت خلیفہؓ ثالث کے کوئی عزیز قریب نہ تھے اور اگر مطلق جاگیر دینا قابل اعتراض ہے تو اس کا جواب ڈاکٹر خورشید احمد فارق کی زبان سے سُنیئے:۔ (عثمانؓ غنی کے سرکاری خطوط ص۱۰۰)

"یہ اعتراض بے معنی اور محض پروپیگنڈے بازی پر مبنی ہے کیونکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ و عمرؓ ان سب نے جاگیریں دی تھیں اور آنحضرتؐ نے تو سب سے زیادہ دیں۔ یہاں ہم صرف چند کے ذکر پر اکتفا کریں گے:۔

(۱) حجاز و نجد سے نکلے ہوئے یہودیوں کی کئی بستیاں خالی ہوگئی تھیں۔ اُن بستیوں سے رسولؐ اللہ ضرورت مند افراد اور اپنے عزیز و اقارب کو جاگیریں دیا کرتے تھے مثلاً چار جاگیریں انھوں نے اپنے داماد علیؓ کو عطا کی تھیں۔ (۲) فقیرین۔ بُرقیس اور شجرہ اپنے خُسر ابوبکر صدیق کو بنو نضیر اور خیبر کی آراضی سے ایک ایک جاگیر اور دوسرے خُسر عمرؓ فاروق کو مدینہ کے باہر اور خیبر میں ایک ایک جاگیر دی تھی ....(۳) حضورؐ کے بعد ابوبکرؓ صدیق نے اور لوگوں کے علاوہ ایک جاگیر اپنے داماد زبیرؓ بن عوام کو اور دوسری جاگیر دوسرے داماد طلحہؓ بن عبیداللہ کو عطا کی تھی۔

(۴) عمرؓ فاروق نے دیگر افراد کے علاوہ ینبع کا سرسبز نخلستان اپنے خُسر علی بن ابی طالب کو اور ایک جاگیر زبیرؓ بن عوام کو دی تھی۔

اب ناظرین خود ہی انصاف کریں کہ جاگیر دینا اور اپنے رشتہ داروں کو دینا جب سنّتِ نبوی۔ سنّت صدیقی۔ سنّت فاروقی سے ثابت ہے تو حضرت عثمانؓ کا جاگیر دینا اور اپنے رشتہ دار کو دینا کیوں غلط ہوگیا؟ ہوسکتا ہے کہ علامہ مودودی کو

(جو بقول خود "بیچ کی راس" کے آدمی ہیں یعنی نہ انگریزی کے سند یافتہ نہ عربی کے) ان حوالہ جات تاریخی کا علم ہی نہ ہو تو اب ہیں ان کو یہ اطلاع بہم پہنچاتا ہوں اور مشورہ دیتا ہوں کہ ڈاکٹر فارق ہی کی کتاب غور سے پڑھ لیں قبل تقسیم ہند کسی نے سچ کہا تھا کہ "ہندستان بھی عجیب ملک ہے جہاں لوگ خود علم حاصل کرنے سے قبل ہی اپنے کو عالم جتانے لگتے ہیں"۔

طعن ۴ ج۔ اسی اقربا پروری کا ایک ذیلی اعتراض یہ بھی ہے کہ سیدنا عثمان رضؓ نے اپنے اموی دامادوں کو بیت المال سے ہزاروں روپئے دے دئے۔ اور ان اموی رشتہ داروں کے نام یہ بتلائے جاتے ہیں:۔

مروان بن حکم۔ حارث بن حکم۔ سعید بن عاص۔ عبداللہ بن خالد لیکن تاریخ الخمیس سے ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ یہ الزام محض بیجا ہے وہ کہتے ہیں کہ "حضرت عثمان رضؓ نے یہ رقم اپنی جیب سے اپنی لڑکیوں کے جہیز پر صرف کی تھی (ج ۲ ص ۲۶۸)

سیدنا عثمان رضؓ کے دامادوں (عبداللہ بن خالد اور مروان بن حکم) سے متعلق مودودی صاحب لکھتے ہیں:۔

"..... حضرت عثمان رضؓ نے خود بھی ایک موقع پر ایک مجلس میں جہاں حضرت علی رضؓ حضرت سعد رضؓ بن ابی وقاص، حضرت زُبیر، حضرت طلحہ اور حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہم) موجود تھے اپنے طرز عمل کی یہ تشریح فرمائی تھی:۔

[میرے دونوں پیش رو اپنی ذات اور اپنے رشتہ داروں کے معاملہ میں سختی برتتے رہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے رشتہ داروں کو مال دیا کرتے تھے میں ایک ایسے خاندان سے ہوں جس کے لوگ قلیل المعاش

ہیں اس وجہ سے میں نے اُس خدمت کے بدلہ میں جو میں اس حکومت کی کر رہا ہوں اس مال میں سے روپیہ لیا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ مجھے ایسا کرنے کا حق ہے۔ اگر آپ لوگ اسے غلط سمجھتے ہیں تو اس روپئے کے واپس کرنے کا فیصلہ کر دیجئے میں مان لوں گا۔ سب لوگوں نے کہا آپ نے یہ بات بہت ٹھیک فرمائی پھر حاضرین نے کہا آپ نے عبداللہ بن خالد اور مروان کو روپیہ دیا ہے ان کا بیان تھا کہ یہ رقم مروان کو پندرہ ہزار کی اور ابن اُسید کو پچاس ہزار کی تعداد میں دی گئی ہے چنانچہ یہ رقم ان دونوں سے بیت المال کو واپس دلوا دی گئی اور لوگ راضی ہو کر مجلس سے اُٹھے" (ترجمان اکتوبر ۶۵ء ص۵)

اس کے متعلق چند امور عرض کرنا ہیں:-

امر اوّل:- چونکہ اس سے سیدنا عثمانؓ کے دامن پر حرف آتا ہے اس لئے ہمیں طبری کی اس روایت کو راویوں کی جانچ کرنے کے بعد ہی ماننا چاہئے کہ اسکا ایک راوی اسحاق بن یحییٰ بھی ہے اس کے متعلق پانچ چھ ائمہ جرح و تعدیل کہتے ہیں کہ مجروح ہے۔ لاشے ہے۔ خاطی ہے ان کا حافظہ درست نہیں (دیکھو میزان الاعتدال ج ۱ ص۹۵ ترجمہ اسحاق بن یحییٰ)

جس روایت کا یہ حال ہو اس پر اعتماد کرنا اور اس سے سیدنا عثمانؓ کی روشن شخصیت کو داغدار بنانا مودودی صاحب ہی کے لئے ممکن اور موزوں تھا۔

امر دوم:- جب اسی طبری میں جس کی روایت اوپر مذکور ہوئی صرف تین ہی صفحات بعد (ص۳۸۵ پر) حضرت عثمانؓ کا یہ قول بھی موجود ہے کہ "میں اللہ کے مال میں سے ایک پیسہ بھی نہیں اُٹھاتا میں کھانا تک اپنے ہی مال سے کھاتا ہوں"۔

اور اس سے حضرت عثمانؓ کا دامن داغ سے پاک معلوم ہوتا ہے تو ذرا اندازہ کیجئے

قلب کے اس دیرینہ غصہ کا اور صحابہ سے اس بدگمانی کا کہ خلیفۂ ثالث جیسے غنی سیر چشم فیاض کے قول کا تو اعتبار نہیں کیا جاتا جس سے ان کی شان اعلیٰ ظاہر ہوتی ہے اور ایک بدحافظ راوی کا وہ قول قبول کر لیا جاتا ہے جس سے ان کا دامن داغدار نظر آنے لگے۔ سچ ہے۔ع

رفض ازیں بسیار کردہ است وکند

امر سوم:۔ یہ روایت کسی صحابی سے نہیں صرف ایک تابعی اور کم عمر تابعی سے منقول ہے۔

امر چہارم:۔ کیا مودودی صاحب حضرت عثمان رضؓ کے غنا و ثروت کا حال نہیں جانتے کہ جن کے بئر رومہ کا فائدہ ساری اس وقت کی اُمت نے حضرت علی و فاطمہ و حسنین رضی اللہ عنہم سمیت اُٹھایا تھا یہ ثروت تو حضورؐ کے سامنے تھی اس کے بعد جب مال غنیمت کا خمس الخمس خلیفہ بھی پانے لگے تو ان کی دولت خود ایک بیت المال بن گئی تھی اگر حضرت عثمان اپنی برارت کر رہے ہیں کہ میں نے اللہ کے مال میں سے ایک پیسہ نہیں لیا اور اس کے بعد بھی کسی مورخ نے ان کا خرچ بیت المال سے دکھایا ہے تو اسلام کی تعلیم حُسنِ ظن کو مودودی صاحب کیوں بھول گئے۔ انھوں نے یہ توجیہ کیوں نہ کر لی کہ اس سے مراد خلیفہ ہی کا ذاتی بیت المال

---

[1] یہی مودودی صاحب حضرت علی رضؓ کے لئے لکھتے ہیں:" جب دونوں طرح کی روایات موجود ہیں اور سند کے ساتھ بیان ہوئی ہیں تو آخر ہم ان روایات کو کیوں نہ ترجیح دیں جو ان کے مجموعی طرز عمل سے مناسبت رکھتی ہیں اور خواہ مخواہ وہی روایات کیوں قبول کریں جو اس کی ضد نظر آتی ہیں" اب مودودی صاحب خود ہی اپنے اس فعل کی کوئی معقول توجیہ فرما دیں کہ یہ سیدنا عثمان رضؓ کے لئے الگ اور سیدنا علی رضؓ کے لئے الگ اصول کیوں بنائے گئے اور نفس کے اس جذبہ کو خود موسوم و متعین فرما دیں جس نے یہ تفریق سُجھائی ورنہ ع ہم کہیں گے تو شکایت ہوگی۔

ہوگا مگر یہ تو جب کرتے جب رفض نے دل میں حُبِّ صحابہ کے لئے جگہ چھوڑی ہوتی۔

طعن ۴: اس قسم کا ایک دوسرا اعتراض یہ بھی ہے کہ عثمانؓ غنی نے خمس کی رقم سے عبداللہ بن سعد کو ایک لاکھ کی رقم بخش دی اس کے متعلق طبری کی روایت سنئے۔

"۲۷ھ میں عثمانؓ غنی نے عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو افریقہ پر لشکر کشی کا حکم دیا تو ترغیب اور حوصلۂ جہاد بڑھانے کے لئے فرمایا اگر اللہ نے تیرے ہاتھ پر اس علاقہ کو فتح کرایا تو مال غنیمت کے خُمس کا خُمس تجھے انعام میں ملے گا ابن سعد نے فتح کے بعد مال غنیمت کا ۴/۵ تو لشکر میں بانٹ دیا اور پانچویں کا پانچواں (حسب وعدۂ خلیفہ) خود لے لیا یہ بات لوگوں کو ناگوار لگی۔ ایک وفد دربار خلافت میں پہنچا اور عبداللہ بن سعد کی شکایت کی حضرت عثمانؓ نے کہا "حوصلۂ جہاد بڑھانے کے لئے خُمس کا خُمس (۱/۲۵) اسے زیادہ دینے کا وعدہ میں نے اس سے کیا تھا حضرت عمرؓ بھی اسی طرح کیا کرتے تھے اور یہ میں نے حکم دیا تھا۔ اب تم پر منحصر ہے اگر تم لوگ راضی ہو تو وہ اس کا ہو گیا اور اگر تم لوگ ناراض ہو تو وہ واپس ہو جائیگا۔ وفد نے کہا ہاں۔ ہم ناراض ہیں آپ نے فرمایا تو وہ واپس ہے اور عبداللہ کو لکھ دیا خمس الخمس واپس کر دیا جائے" (طبری ج ۳ ص ۳۱۲)

اس کے متعلق چند امور پر غور فرمائیے:۔

امر اوّل:۔ حضرت عمرؓ فاروق نے جریر بن عبداللہ بجلی کو عراق کی جنگ بُویب میں شرکت کی ترغیب کے لئے خُمس کا چوتھا حصہ عطا کیا تھا۔ لہٰذا ابن سعد کو خُمس کا پانچواں حصہ دینا صحیح بھی ہو تو اس کی نظیر عمرؓ فاروق کے عہد میں موجود تھی (فتوح البلدان ص ۲۶۲)

غرض یہ ایک معمولی بات تھی مگر ابن سبا کی جماعت کی فطرت یہ بن گئی تھی کہ معمولی واقعہ کو غیر معمولی آفت اور سانحہ بنا کر پبلک کو بدگمان کرے چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ ۳۵ھ میں

یہ اعتراض پھر دُہرایا گیا اور سبائیوں کے فتنہ کی وجہ سے صحابہ کی مجلس میں خلیفہ کو اپنی صفائی پھر پیش کرنی پڑی انھوں نے فرمایا "(یہ بلوائی) لوگ کہتے ہیں کہ میں نے ابن ابی سرح کو مال غنیمت کے خُمس سے خُمس زائد دیا ہے جس کی قیمت ایک لاکھ ہے اس قسم کے احکام ابوبکرؓ نے بھی جاری کئے تھے۔ اہل لشکر نے میرے اس حکم کو ناپسند کیا تو میں نے وہ خُمس الخُمس عبداللہ سے واپس لے لیا تم اصحاب رسولؐ یہاں موجود ہو جو کچھ میں نے کیا ہے ٹھیک ہے یا نہیں؟ صحابہؓ نے کہا جی ہاں ٹھیک ہے" (طبری ج ۳ صفحہ ۳۸۴) رقم واپس بھی کرا دی گئی مگر سبائیہ اور ان کے اتباع و اذناب آج بھی اعتراض کئے جا رہے ہیں۔

غور سے دیکھئے صحابہؓ پہلے بھی مطمئن تھے ان کو خلیفہ راشد کے اس فعل میں کوئی خیانت و غلطی نہیں معلوم ہوتی تھی لیکن مفسد سبائی نہ پہلے مطمئن تھے اور نہ اس صفائی کے بعد مطمئن ہوئے اور سچ تو یہ ہے کہ وہ مطمئن ہونا چاہتے بھی نہیں تھے اور نہ اُمت کو مطمئن رہنے دینا چاہتے تھے ان کو اس وقت مطمئن نہ دیکھ کر امام ثالث حضرت عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ نے اور زیادہ صفائی دیتے ہوئے فرمایا:۔

"ان سب کا کہنا یہ ہے کہ میں اپنے خاندان والوں سے محبت رکھتا ہوں اور ان کے ساتھ فیاضی کرتا ہوں لیکن (واضح رہے کہ) میری محبت نے مجھے ظلم کی طرف مائل نہیں ہونے دیا بلکہ میں صرف ان کے واجبی حقوق ادا کرتا ہوں اور یہ بھی میرے اپنے ہی مال تک محدود ہے مسلمانوں کا مال نہ میں اپنے لئے حلال[1] سمجھتا ہوں اور نہ کسی دوسرے کے لئے میں رسول اللہ۔ ابوبکرؓ و عمرؓ کے عہد

---

[1] حضرت عثمانؓ اپنا تبریہ اپنے منھ سے ہزار بار بھی کر دیں۔ مودودی صاحب اس کے بعد بھی اسے "تغیر"، "ابوبکرؓ و عمرؓ کے طریقہ سے انحراف" اور ملوکیت ہی کہتے رہیں گے۔ ۱۲

میں بھی اپنے مال سے گراں قدر عطیے دیا کرتا تھا حالانکہ میں اس زمانہ میں
بخیل و حریص تھا اب جبکہ میں اپنی خاندانی عمر کو پہنچ چکا ہوں۔ زندگی
ختم ہو چکی ہے اور اپنا تمام سرمایہ اپنے اہل و عیال کے سپرد کر دیا ہے تو یہ بددین
ملحد یہ سب کچھ کہہ رہے ہیں۔ خدا کی قسم۔ میں نے کسی شہر پر خراج کا کوئی بار
ایسا نہیں ڈالا کہ اس قسم کا الزام دینا جائز ہو۔ جو کچھ بھی وصول ہوا وہ انہیں
لوگوں کے رفاہ و بہبود پر صرف ہوا میرے پاس صرف خمس آتا ہے اس میں سے
بھی میں اپنے لئے کچھ لینا جائز نہیں سمجھتا۔ مسلمانوں نے اس کو میرے مشورہ کے
بغیر مستحقین میں صرف کیا خدا کے مال میں ایک پیسہ کا بھی تصرف نہیں کیا جاتا۔
میں اس میں سے کچھ بھی نہیں لیتا۔ یہاں تک کہ کھاتا بھی میں اپنے ہی مال سے
ہوں (خلفاء راشدین شاہ ندوی ص ۱۶۵ بحوالہ طبری ج ۳ ص ۳۸۵) صحابہ کرام رض
نے حضرت عثمان رض کے اس بیان پر کہا کہ جو کچھ آپ نے فرمایا درست فرمایا لیکن
اس مجلس میں جو فتنہ پرداز سبائی تھے انھوں نے اپنی جماعت میں واپس جا کر
یہی کہا کہ "لو عثمان تو اپنی اصلاح حال کے لئے تیار نہیں ہیں"۔ انا للہ۔

امر دوم :- مودودی صاحب نے یہ الزام حضرت عثمان رض پر لگا کر ایک طرف تو
حضرت عثمان رض کے اس ایمان افروز سچے بیان پر سبائیوں کی طرح اعتبار نہیں کیا بلکہ بدگمانی
کر کے آج بھی الزام دئے جا رہے ہیں دوسرے اوپر کہیں آچکا ہے کہ مودودی صاحب نے
یہ بھی لکھا ہے کہ "بلوائیوں باغیوں نے الزامات کی ایک طویل فہرست مرتب کی جو زیادہ تر بالکل
بے بنیاد اور ایسے کمزور الزامات پر مشتمل تھی جن کے معقول جوابات دئے جا سکتے تھے اور بعد میں
دئے بھی گئے .... حضرت علی رض نے ان کے ایک ایک الزام کا جواب دے کر حضرت عثمان رض کی پوزیشن

صاف کی" تو پھر خدا را کوئی بتاؤ کہ آخر یہ کیا خلط مبحث ہے؟ الزامات بے بنیاد بھی تھے ان کے معقول جوابات دیئے بھی گئے۔ (پہلے حضرت عثمانؓ نے خود بھی) حضرت علیؓ نے بھی ایک ایک الزام کا جواب دے کر حضرت عثمانؓ پر احسان کیا کہ ان کی پوزیشن صاف بھی کر دی سب کچھ ہوا مگر آج حضرت علیؓ ہی کے ایک فرزند پھر سبائیہ کے انھیں "الزامات بے بنیاد" کو دُہرائے جا رہے ہیں؟ اگر موخر الذکر عبارت لکھنے سے مقصود یہی یہ ہے کہ برابر ہر بات میں دونوں قسم کی باتیں لکھتے چلو تاکہ سند رہیں اور وقت پر کام آئیں یعنی اگر کوئی مودودی صاحب پر گرفت کرے کہ آپ نے حضرت عثمانؓ کو برا بھلا کہا ہے تب تو "حضرت علیؓ کی زبان سے باغیوں کو معقول جوابات" کی عبارت دکھا دی جائے اور اگر کوئی یہ طعنہ دے کہ آپ نے یہ کیا لکھ دیا کہ "جوابات معقول تھے اور حضرت علیؓ نے ایک ایک الزام کا جواب دے دیا" تو ان کے سامنے الزام والی عبارت رکھ دی جائے تو یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ ہوشیاری انسانوں کے مقابلہ میں تو کچھ سرخرو بنا سکتی ہے مگر قیامت کے دن زرد رو اور سیاہ رو ہی بنا کر چھوڑے گی۔

امر سوم:۔ مودودی صاحب کا اصلی کمال قابلِ دید تو یہ ہے کہ سیدنا عثمان غنیؓ کے خلاف جو فتنہ اُٹھا اس کا بانی انھوں نے خود حضرت عثمانؓ کو ٹھہرایا مصر کے بلوائیوں کا ذکر کم اور اصل بانیٔ فساد کا تو کہیں ذکر تک نہیں کیا چونکہ بعض بھولے انسان اُس مردود ابن سبا کے وجود ہی کا انکار کرنے لگے ہیں ممکن ہے مودودی صاحب بھی منکرین میں سے ہوں اس لئے میں کچھ اطلاعات اس کے متعلق بھی پیش کرتا ہوں۔

ابن سبا یہ ایک ذہین چالاک یہودی تھا عبداللہ نام۔ اس کا باپ یمن کا اور اس کی ماں حبش کی باشندہ تھی حبشن کے بیٹے ہونے کی وجہ سے اس کا دوسرا نام ابن سودا

بھی تھا ۳۱ھ میں عہد عثمانی میں منافقت سے اسلام لایا بڑا صاحب علم بڑا لسان اور بڑا فتین تھا۔ اس نے سیدنا عثمان رضی سے کوئی عُہدہ مانگا روشن ضمیر خلیفہ نے اُسے مُنہ بھی نہ لگایا اور عہدہ دینے سے انکار کردیا اس پر وہ بگڑ کر حضرت عثمان رضی سے اور خود تحریکِ اسلام سے انتقام لینے کی فکر میں ہوا اس نے معاشرہ پر نظر ڈالی تو اسے معلوم ہوا کہ حضرت عمر رضی کے حکم سے ۱۶ھ میں شہر مدائن فتح اور ایران مفتوح و مغلوب ہوا اسوقت سے ایرانی مجوسی مثل ہُرمزان۔ جفینہ۔ ابولولو نہایت راز داری کے ساتھ وطن کا انتقام لینے کو آمادہ ہیں۔ ابن سبا نہایت ہوشیاری اور راز داری کے ساتھ اُن سے مل گیا اور اس نے یہ مشہور کرکے کہ پیغمبر اسلام کی جانشینی حضرت علی رضی کا حق تھی پس ابوبکر وعمر وغیرہ غاصب ہیں عرب کی قبائلی گروہ[1] بندی کو اُبھار دیا اور مسلمانوں میں تفریق و تشویش و شورش پیدا کردی اس طرح یہودی اور مجوسی کے گٹھ جوڑ سے ایک دُشمن اسلام تحریک جسے دونوں لفظ کو ملا کر "یہوسی" تحریک کہنا صحیح ہوگا معاشرے میں پیدا ہوگئی۔ اس مشترک تحریک کی بنیاد مجوسیوں نے ایران دوستی۔ عرب مسلمانوں سے نفرت، نسل شاہی کی برتری کے عقائد پر اور یہودی نے رجعتِ رسول ؐ وصیِ رسول ؐ کے عقائد پر رکھی لہٰذا ۳۱ھ ہی سے یہ عقائد خفیہ طور پر نو مفتوح اقوام۔ عوام مسلمانوں کے اندر پھیلائے جانے لگے۔

---

[1] قبائلی عصبیت کا فتنہ مودودی صاحب نے انتہائی ڈھٹائی سے حضرت عثمان رضی کی طرف منسوب کیا ہے۔ حالانکہ یہ فتنہ ابن سبا ملعون کا اُبھارا ہوا اور یہ چنگاری دراصل اُسی کی بھڑکائی ہوئی (اور مودودی صاحب کی زبان میں "اسی کی سُلگائی ہوئی")، تھی ابن سبا کی طرفداری اور اس کے فعل پر پردہ داری اور حضرت عثمان رضی پر الزام کا حال صبحِ قیامت میں معلوم ہوگا۔

علی وصی رسول ہیں۔ خلافت رسول علیؓ کا حق ہے۔ ابو بکرؓ و عمرؓ وغیرہ غاصب ہیں لہٰذا منصب خلافت دوسروں سے (اور اس وقت حضرت عثمانؓ ہی خلیفہ تھے) چھین کر حضرت علیؓ کو دینا چاہیے۔ علیؓ اور اولاد علیؓ کا درجہ تمام صحابۂ رسولؐ سے و خلفاء ثلاثہ سے افضل ہے اس لئے کہ یہ نسل شاہی سے ہیں اور وہی اہلبیت رسول ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اس کینہ توز اور دشمن اسلام تحریک کے ساتھ بدنصیبی سے معاشرہ اسلامی میں ایک اور قسمت آزما و بدکار طبقہ پیدا ہوگیا جو فطری طور پر ہر ترقی پذیر جماعت یا سلطنت میں ابھر آتا ہے اس کے نمائندے یہ لوگ تھے حکیم ابن جبلہ نامی ڈاکو۔ مالک اشتر۔ کمیل ابن حمق وغیرہ ان سب نے بیک وقت جو معاشرے میں فساد کرنا شروع کیا تو اعدا کو اس وقت اور انھیں کے ہم خیال مودودی صاحب کو آج یہ کہنے کا موقع مل گیا کہ حضرت عثمانؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو کیوں معزول کیا اور کیوں ولید بن عقبہ۔ سعید بن العاص۔ عبداللہ بن عامر کو عامل بنایا۔ ورنہ خلیفہ راشد کے فعل پر اعتراض کیسا؟

اللہ اکبر آج کا ایک اخبار نویس جس کو نہ تاریخ کا علم نہ دین کا صحیح علم۔ خلیفۂ راشد حضرت عثمانؓ کے منہ آئے جن پر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ ختم ہوئی اور ان کے بعد کے لوگ مثل حضرت علیؓ و حسن و معاویہ رضی اللہ عنہم خلیفہ راشد تو ہوسکے مگر خلافت برقدم نبوت نہ پاسکے۔ دعا دیں مودودی صاحب حکیم ابن جبلہ۔ مالک اشتر۔ ابن سبا۔ ابولولو کو جنھوں نے اعتراضات کا یہ مسالا مودودی صاحب کے لئے فراہم کردیا اور جس کے سبب آج وہ اپنی شہرت کھو چکنے کے بعد ایک سستی شہرت پانا چاہتے ہیں۔

لہ ایک ایرانی نے اپنے دل کی سچی بات اس شعر میں کہدی ہے کہ ؎

این عربدہ بر غصب خلافت ز علیؓ نیست ۔۔۔ با نام عمرؓ کینہ قدیم است عجم را

اس کے علاوہ ابن سبا نے ۳۳ھ میں ایک اقتصادی مسئلہ مال و ملکیت کا بھی اُٹھا کر ایک شورش پھیلا دی اور حضرت عثمانؓ و ابوذر رضی اللہ عنہما میں اختلاف پیدا کرا دیا۔

جب ابن سبا نے بہت سے اعوان و انصار پیدا کر لئے تو چند اختلافات عمرانی اور کلامی محاذوں سے اُٹھانے کے بعد ابن سبا نے اپنے لئے زیادہ مناسب یہی سمجھا کہ خود ہر جگہ چھپ چھپ کر جائے خود پس پردہ رہے اور اپنے اعوان و انصار کو آگے بڑھا کر اُن سے کام لے۔ یہ وجہ ہے کہ شہادتِ عثمانؓ ہیں یا اس کے بعد کے فتنوں جمل و صفین میں کہیں اس کا نام نہیں آتا اور اسی وجہ سے بہت سے[1] لوگ اس دھوکے میں آگئے کہ یہ ایک فرضی کیرکٹر ہے حالانکہ ظاہر ہے کہ شیطان گو نظر نہیں آتا مگر اس کا وجود یقیناً ہے اس کا منکر کافر ہے اسی طرح یہ شیطان ثانی یعنی ابن سبا اگر چند وقائع کے بعد تاریخ میں منظرِ عام پر نظر نہیں آتا تو اُس سے یہ کیونکر سمجھ لیا گیا کہ یہ شخص فرضی ہے۔ کیا وہ فرضی شخص ہوگا جس نے علیؓ کے وصی رسول ہونے کا اور علیؓ و ابنائے علیؓ کے صحابہ سے افضل ہونے کا عقیدہ سب سے پہلے ایجاد کیا۔ جس نے مال و ملکیت کا مسئلہ اُٹھا کر صحابہ میں اختلاف پیدا کر دیا جسے حضرت ابوالدرداءؓ نے پہچان کر صاف کہدیا کہ "مجھے تو تو یہودی معلوم ہوتا ہے۔ دور ہو یہاں سے کمبخت" بات وہی ہے کہ ابن سبا نے جب دیکھا کہ میں بدنام ہو رہا ہوں تو اس نے راہ عمل یہ اختیار کی کہ ہر فتنہ و شر کی قیادت خود کرے مگر اس طرح کہ خود پس پردہ رہے۔ میں یہ کوئی قیاسی اور فرضی بات اپنی طرف

---

[1] تعجب تو یہ ہے کہ میدانِ نُصرتِ صحابہؓ کے بطلِ جلیل مولانا عامر عثمانی دیوبندی بھی کچھ اسی مغالطہ کا شکار معلوم ہوتے ہیں کتاب تحفۂ کربلا پر ریویو لکھتے ہوئے کچھ ایسے ہی خیالات کا اظہار انھوں نے بھی کیا ہے۔

سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ امام ابوبکر ابن العربی (۴۶۸ھ - ۵۴۳ھ) اور مصر کے محقق جلیل علامہ محب الدین الخطیب کی تحریروں کے اعتماد پر کہہ رہا ہوں سنئے امام ابوبکر سیدنا عثمان رضؓ کی شہادت کی تفصیل لکھتے ہیں:-

کان الحسن بن علی آخر من خرج من عندہ۔ فانہ جاء الحسن والحسین وابن عمر وابن الزبیر ومروان فعزم علیھم فی وضع سلاحھم وخروجھم ولزوم بیوتھم فقال لہ ابن الزبیر ومروان: نحن نعزم علیٰ انفسنا لا نبرح۔ ففتح عثمان الباب ودخلوا علیہ فی اصح الاقوال فقتلہ المرء الاسود وقیل اخذ ابن ابی بکر بلحیتہ وذبحہ کنانۃ وقیل رجل من اھل مصر یقال لہ حمار۔

حضرت عثمانؓ کے پاس سے سب سے آخر میں حسنؓ بن علیؓ نکلے کیونکہ حسن حسین۔ ابن عمر۔ ابن زبیر اور مروان یہ سب آئے تو حضرت عثمانؓ نے ان کو قسم دی کہ ہتھیار اُتار دیں اور یہاں سے چلے جائیں اور اپنے گھروں میں بیٹھیں تو صرف ابن زبیر و مروان نے کہا ہم تو قسم کھائے بیٹھے ہیں کہ ہم یہاں سے ٹلیں گے نہیں۔ تو حضرت عثمانؓ نے (بلوائیوں کیلئے) دروازہ کھول دیا تو صحیح قول یہی ہے کہ بلوائی دروازے سے گھسے (پشت کی دیوار پھاند کر نہیں آئے) تو آپ کو کالے آدمی[1] نے شہید کیا۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ کی داڑھی محمد بن ابی بکر نے پکڑی اور آپ کو کنانہ بن بشر تجیبی نے ذبح کیا اور بعض کہتے ہیں کہ آپ کو مصر کے ایک شخص "حمار" نامی نے شہید کیا۔

(العواصم مصری صفحہ ۱۳۵-۱۳۴)

اس کے لفظ "المرء الاسود" (کالے آدمی) پر محب الدین خطیب نے حاشیہ میں لکھا ہے کہ "یہ لفظ تو جزائری نسخہ میں ہے لیکن تاریخ طبری ج ۵ ص ۱۲۵ پر لفظ "الموت الاسود"

---

[1] کالے آدمی سے مراد ابن سبا ہے جو حبشن کا بیٹا تھا ۱۲ سراج

ہے اور طبری کے اصول طباعت عواصم کے جزائری نسخہ سے زیادہ معتبر ہیں = اور یہ بات ثابت ہے کہ مصر کے بلوائی جب فسطاط سے مدینہ آئے ہیں ان کے ساتھ ابن سبا بھی تھا آگے لکھتے ہیں:-

وفی کل الادوار التی مثلھا کان شدید الحرص علی ان یعمل من وراء ستار لعل الموت الاسود اسم مستعار لہ۔ اراد ان یرمز بہ الیہ لیتمکن من مواصلۃ دسائسہ لھدم الاسلام (عواصم ص ۱۳۵)

ایسے تمام موقعوں میں ابن سبا بہت حریص تھا اس کا کہ پس پردہ رہ کر کام کرے اس لئے شاید موتِ اسود (یا کالا آدمی) اس کا ایک استعارتی نام ہے اس نے یہ چاہا کہ اس لفظ سے اس کا ایک رمز اور اشارہ بنا لیا جائے تاکہ وہ اسلام کو ڈائنامیٹ کرنیکی تدابیر میں کامیابی پوری طرح حاصل کر سکے۔

اس کے بعد علامہ نے حمار پہ حاشیہ لکھا ہے کہ غالباً عواصم کے کاتبوں نے سودان بن حمران یا عمرو بن الحمق کے ناموں کو بگاڑ کر حمار لکھ دیا، آپ نے دیکھا کہ فتنہ کے داخلی اسباب دراصل یہودی - مجوسی - اشرار تھے جنھوں نے بیک وقت افساد شروع کر دیا اب جی بھر کے ماتم کیجئے اس کینہ توز قلب پر جس میں ایک طرف دعوت حق، اقامتِ دین۔ شہادت بالقسط کے بلند بانگ دعادی ہوں اور دوسری طرف تاریخ کا اتنا بچکانہ علم۔ دین کا اتنا سفیہانہ فہم صحابہ کی اتنی کھوکھلی عظمت ہو کہ وہ تیسرے خلیفۂ راشد۔ آخری خلیفہ علیٰ منہاج النبوۃ کو بھی عیب دار محسوس کر رہے اور کرا رہے ہیں جب اس کا یہ حال ہے تو کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اس ضمیر والے کے نزدیک عمرؓ و ابو بکرؓ "تنقید سے بالاتر" ہوں گے ابھی توبہ کیجئے "تنقید سے بالاتر" تو اس آسمان کے نیچے یا رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا پھر آج کا ایک اخبار نویس

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے رازِ سربستہ نہ یہ رسوائیاں ہوتیں

طعن ۴۸ :۔ ترجمان القرآن جون ۱۹۶۵ء میں ص ۲۵ پر یہ اعتراض بھی ہے :۔

"(حضرت عثمانؓ) نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے بعد اپنے ماں جائے بھائی ولید بن عقبہ کو مقرر فرمایا اور اس کے بعد یہ منصب اپنے ایک اور عزیز سعید بن عاص کو دیا حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کو بصرے کی گورنری سے معزول کر کے اپنے ماموں زاد بھائی عبداللہ بن عامر کو ان کی جگہ مامور کیا حضرت عمرو بن عاص کو مصر کی گورنری سے ہٹا کر اپنے رضاعی بھائی عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو حاکم مقرر کیا۔"

مودودی صاحب کا اعتراض دو باتوں پر ہے ایک یہ کہ ان کو معزول کیوں کیا؟ دوسرے یہ کہ خالی جگہوں پر امویوں کو کیوں مقرر کیا۔ موخر الذکر بات پر پہلے غور کیجئے کہ اس سے مودودی صاحب کا مطلب یہ ہے کہ اگر پہلے عمال کو کسی وجہ سے معزول کیا بھی تھا تو ان کی جگہ امویوں کو کیوں مقرر کیا جن کو آنحضرتؐ خود اور شیخین ان کی صلاحیت اور ذاتی جوہر کی بنا پر برابر عہدے دیتے رہے۔ ان کے مقابلہ میں انھوں نے بنو ہاشم کے لوگوں کو۔ جن کو حضورؐ نے بجز ایک دو کے عہدہ نہیں دیا۔ حتیٰ کہ اپنے بعد اپنا خلیفہ بھی حضرات عباسؓ یا علیؓ کو نہ بنایا۔ کیوں نہ مقرر کیا۔ اگر حضرت عثمانؓ بنو ہاشم کو ان معزولین کی جگہ پر مقرر کر دیتے تو چاہے کام خراب ہو جاتا اور چاہے یہ فعل منشاء نبوی کے خلاف ہو جاتا مگر اس وقت شاید مودودی صاحب کو تسلی ہو جاتی۔ میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ان اعتراض میں در اصل ایک بڑا پہلو نسلی عصبیت کا ہے جسے ابن سبا ملعون نے اُبھارا تھا اور آج مودودی صاحب در اصل اسی کی چُبھن سے تلملا تلملا کر حضرت عثمانؓ کو برا کہہ رہے ہیں۔

اب پہلے اعتراض کو لیجئے۔ اس سے مودودی صاحب کا مطلب در اصل یہ ہے کہ

انھوں نے حضرات ابو موسیٰ اشعریؓ و عمروؓ بن العاص کو معزول ہی کیوں کیا مطلب غالباً یہ ہے کہ ان کو برقرار رہنے دیتے تاکہ اس وقت کی فسادی پبلک کو سیدنا عثمانؓ غنی سے اور انکے عُمّال سے اور شکایات بیجا پیدا ہو جاتیں اور اُن مفسدین کے طفیل میں آج کے ایک اخبار نویس کو اور بھی الزامات کا مسالا مل جاتا۔ ارے بندۂ خُدا۔ معزول اس لئے کیا تھا کہ فسادی پبلک کے کچھ لوگوں نے مذکورہ بزرگ صحابیوں کی کچھ شکایات (جا و بیجا) کیں تو حضرت عثمانؓ نے انکو معزول کر کے شکایات کی سوتیں بند کر دینی چاہی تھیں۔ طبری ج ۳ ص ۳۲۰ پر ہے کہ بصرہ سے ایک وفد نے آکر کہا کہ ابو موسیٰ بوڑھے ہیں۔ کیا آپ کے یہاں نوجوان عامل نہیں ہیں ابو موسیٰ سے ہم اُکتا گئے ہیں" اس پر ان کو ۲۹ھ میں معزول کیا گیا اور ابن عاص نے استعفا دیدیا تھا غرض مورخ طبری ہی کا بیان ہے کہ کان لا یعزل احداً الا عن شکاۃ او استعفاء (عثمانؓ غنی کسی کو بھی معزول نہیں کرتے تھے بجز اس صورت کے کہ ان کے خلاف لوگوں کو شکایات پیدا ہوتی تھی یا پھر وہ خود عہدے سے عذر کرتے تھے) اس سلسلہ میں ایک ہندی فاضل کی ایک الزامی تحریر بھی دیکھیئے:۔

"امر اوّل کی نسبت تحقیقی فیصلہ سے قطع نظر کر کے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ اگر یہ الزام ہے تو اسلام کے سب سے عادل اور مدبّر خلیفہ فاروق اعظم پر۔ جن کا عدل و انصاف اور تدبّر، دُنیائے اسلام کے لئے قیامت تک مایۂ ناز رہے گا۔ یہی الزام عائد ہوتا ہے یا نہیں؟ جنھوں نے خالدؓ سیف اللہ۔ مغیرہؓ بن شعبہ اور سعد بن ابی وقاص فاتح ایران کو معزول کر دیا تھا۔ یا حضرت علیؓ مرتضیٰ اسی اعتراض کے مورد ہوتے ہیں یا نہیں؟ جنھوں نے عنانِ حکومت ہاتھ میں لیتے ہی تمام عُمّال عثمانی کو یک قلم موقوف کر دیا جن کی قوت بازو نے طرابلس۔ آرمینیہ اور قبرص کو زیر نگیں کیا تھا" (خلفاء راشدین ص ۲۱۳ از شاہ معین الدین ندوی)

حضرت عمرؓ نے (۱) عمیرؓ بن سعد صحابی کو معزول کرکے ان کی جگہ امیر معاویہؓ اموی کو اور سعدؓ بن ابی وقاص صحابی کو معزول کرکے عبداللہؓ بن عتبان کو اور ابو موسیٰؓ اشعری کو بصرہ سے ہٹا کر کوفہ پر مقرر کیا۔

حضرت علیؓ نے قیسؓ بن سعد اور ابو موسیٰؓ اشعری کو اپنے عہد میں معزول کرکے عبیداللہ بن عباس اور اپنے ربیب محمد بن ابی بکر جیسے ناتجربہ کار نوجوانوں کو عامل بنا دیا جن سے کام بننے کی بجائے بگڑتا ہی گیا اصل میں حضرت علیؓ کو انھیں کا خمیازہ بھگتنا پڑا تھا مگر ان پر تو مودودی صاحب کو کوئی اعتراض نہیں سوجھتا اور اعتراض کرنا سوجھتا ہے تو کس پر؟ عقابی روش، شاہین منش اموی عالی حوصلہ نوجوانوں پر جنھوں نے قلمرو اسلامیہ میں نمایاں اور قابل تعریف توسیع کی۔ ان حالات میں ایک کہنے والا کہہ سکتا ہے کہ غالباً مودودی صاحب کو اُن اموی فاتح نوجوانوں پر نہیں بلکہ ان کو ابن سبا کی طرح غصہ دراصل اس پر ہے کہ اسلام ہی کو ترقی کیوں ہوئی؟ اسلام صرف عرب میں اور ان میں بھی صرف بنو ہاشم میں محدود کیوں نہ رہا تاکہ آج مودودی صاحب پوری طرح برہمیت کا راگ الاپتے کہ "مذہب کے اجارہ دار ہم اسلامی برہمن (بنو فاطمہ) ہیں دوسرے کسی کے کان میں بھی دین کا یا قرآن کا کوئی لفظ نہ پہنچنے پائے۔ سب لوگ ہم کو دکھشنا دیں۔ ہماری پاؤں پوجا کرتے رہیں۔"

مودودی صاحب نے اس پر تو اعتراض کر دیا کہ حضرت عثمانؓ نے اپنے رشتہ داروں کو گورنر بنایا لیکن تاریخ کی ان معتبر شہادتوں تک شاید مودودی صاحب کی نظر نہیں پہنچ سکی:۔

۱۔ سب سے پہلے خود مدعا علیہ (سیدنا عثمانؓ جیسے سچے خلیفۂ راشد) کا جواب دعویٰ کہ

انا لم استعمل الا من استعمله النبي صلى الله عليه وسلم... وكذا لك ابوبكرؓ وعمرؓ (منہاج السنہ ج ۳ ص ۱۷۵)

میں نے تو بس انھیں کو گورنر بنایا جنھیں نبی کریمؐ نے اور ابو بکرؓ و عمرؓ نے گورنر بنایا تھا۔

۲۔ ولید بن عقبہ صحابی جو مودودی صاحب کے نزدیک حضرت معاویہؓ صحابی کے بعد شاید سب سے زیادہ مغضوب و مبغوض ہیں۔ حضرت ولیدؓ ۲۵-۲۶ھ میں حضرت سعد کی معزولی کے وقت عراق میں زکات کے محصل اور دوسری سلطنتوں کے لئے اسلامی سیاسی نمائندے (پولیٹیکل ایجنٹ) تھے ان کو انتظامی امور کا بہت کافی تجربہ تھا۔ اس لئے ان کو مقرر کیا گیا تھا اور انھوں نے وہاں پہنچ کر کام بھی ایسا اچھا کیا کہ تاریخ کی گواہی تو یہ ہے

قدم الکوفة ۲۵ھ فکان احبّ الناس وارفقهم فکان بذالك خمس سنين وليس على بابه داره (عثمان غنی کے سرکاری خطوط ص۸۶-۸۷)

انھوں نے ۲۵ھ میں کوفہ کی گورنری کا چارج لیا تو لوگوں میں ان کو بڑی محبوبیت حاصل تھی سب پر مہربان تھے۔ پانچ سال اس سادگی اور مقبولیت سے رہے کہ ان کے گھر میں دروازہ۔ پھاٹک۔ آڑ اور روک نہ تھی (تاکہ ہر کس و ناکس آپ سے ہر وقت مل سکے)۔

۳۔ عبداللہؓ بن سعد بن ابی سرح صحابی کو ۲۳ھ میں حضرت عمرؓ نے مصر کا وزیر مالیات بنایا اور انھوں نے اپنے پیشرو گورنر عمروؓ بن عاص کے زمانہ سے مصر کی مالگذاری کافی بڑھادی اور وصول کی ان کے متعلق تاریخ کی یہ گواہی ہے کہ :-

" عبداللہ بن سعد ہی تھے جنھوں نے ایک بڑے بازنطینی بیڑے کو (جس کا مقصد شام اور مصر کو عربوں سے واگزار کرانا تھا) شکست فاش دی اور شرقی و وسطی بحر متوسط پر عربی تسلط قائم کیا لیکن چونکہ وہ اتفاق سے عثمانؓ غنی کے رشتہ دار تھے اور فسطاط مخالف پارٹیوں کا اڈا تھا اس لئے ان کی ساری خدمات نسیا منسیا کر دی گئیں اور یہ مشہور کیا گیا کہ وہ نااہل اور ستم کیش ہیں جن کو عثمانؓ کی قرابت نے مسلمانوں پر مسلط کر دیا ہے"۔ (کتاب الولاۃ والقضاۃ ص۱۱-۱۲)

ناظرین ذرا غور سے دیکھیں کہ فسطاط کے مخالفین عثمانؓ نے آج سے تیرہ صدی پہلے جس بات پر ناگواری ظاہر کی اور جن الفاظ میں ظاہر کی کیا آج کے مخالفین عثمانؓ (مودودی) نے بھی اُسی پر ناگواری نہیں ظاہر کی اور انھیں الفاظ میں نہیں ظاہر کی؟ اہل فسطاط نے بھی کہا تھا "عثمان کی قرابت کی وجہ سے مسلمانوں پر مسلط کر دیا ہے"۔

آج کا ایک اخبار نویس لکھتا ہے کہ عثمانؓ کے اہل قرابت کو مسلمانوں کی گردنوں پر سوار نہ کیا جائے۔ اور یہ بات آفتاب نصف النہار سے بھی زیادہ روشن ہے کہ فسطاط کے مخالفین عثمان کو دراصل اسلام و مسلمانوں کی یہ روز افزوں فتح و ترقی گراں گزر رہی تھی تو یہ نتیجہ نکالنا غلط کیوں ہو کہ آج کے اخبار نویس (مودودی) کو بھی دراصل اسلام اور اہل اسلام کی وہ روز افزوں فتح و ترقی ہی ایک آنکھ نہیں بھاتی جو سیدنا عثمانؓ غنی کے عہد میں اللہ تعالیٰ نے اس اُمت مرحومہ کو محض اپنے فضل سے عطا فرمائی تھی۔

خُدا کی قسم مجھے سخت حیرت ہے کہ وہ مودودی جو ابھی کل تک اقامتِ دین کا واحد اجارہ دار تھا یہ آج یکایک کسی کی چشم و ابرو کا شکار بن گیا کہ اس کو دشمنانِ دین کے چبائے ہوئے نوالے چباتے ہوئے بھی نکارت و نفرت کا احساس نہیں۔

۴۔ عبداللہ ابن عامر۔ یہ حضرت عثمانؓ غنی کے ماموں زاد بھائی تھے جب اہلِ بصرہ نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ گورنر کے بُڑھاپے کی شکایت کی تو ان کو حضرت عثمانؓ نے پچیس برس کی عمر میں خود مقرر کیا ان کے تعمیری کارناموں کا اور فتوحات کا تفصیلی حال کتاب المعارف وغیرہ میں دیکھا جا سکتا ہے یہاں کتاب المعارف کا تھوڑا سا اقتباس دیا جاتا ہے:۔

"انھوں نے فارس، خراسان سجستان۔ افغانستان کا بیشتر حصہ اور کابل فتح کیا ....[اس کے بعد کئی کارواں سرائے۔ متعدد چشمے۔ کئی کنوئیں بنوانے کا ذکر ہے اس کے بعد]

عرفات و مکہ میں حوض بنوائے۔ شہر بصرہ میں دو نہریں نکلوائیں ایک بازار میں اور دوسری جس کا نام نہر ام عبداللہ بن عامر پڑا۔ ایک تیسری لمبی نہر اُبلہ (دہانہ دجلہ) سے نکلوائی۔ وہ کہتے تھے کہ میں اگر اس عہدہ پر کچھ دنوں اور رہ گیا تو اتنے بڑے پیمانہ پر تعمیر کا کام کروں گا کہ بصرہ سے مکہ جانے والی عورت کو ہر دن راستہ میں ایک نیا بازار اور کنواں ملے

(معارف ابن قتیبہ ص ۱۴۰)

۵۔ سعید بن عاص:۔ ان کی عمر حضرت عمرؓ کے انتقال کے وقت تقریباً ۲۱ سال کی تھی۔ حضورؐ نے ان کو اکرم العرب فرمایا تھا حضرت عثمانؓ نے ان کو پہلے کتابت و جمع قرآن کی کمیٹی میں شریک کیا پھر ۲۹ھ میں حضرت ولید کی جگہ کوفہ کے گورنر بنائے گئے لیکن مخالف پارٹیوں نے ان کو الزامات لگا کر تین چار ہی سال بعد ہٹنے پر مجبور کر دیا۔ عہد معاویہؓ میں پھر گورنر بنائے گئے" (عثمان غنیؓ کے سرکاری خطوط ملخص ص ۹۲-۹۱)

نوعمروں کو عہدے دینے اور اُمت کا قائد بنانے کا ثبوت ہمیں آنحضرت صلعم و شیخین علیہم السلام کے یہاں بھی ملتا ہے چند نمونے ملاحظہ ہوں:۔

۱۔ حضرت اُسامہ بن زید	اُنیس سالہ نوجوان کو خود حضورؐ نے ابوبکرؓ وغیرہ سابقین اولین کو پیچھے ہٹا کر اُمت کا سپہ سالار بنایا۔
۲۔ حضرت عتابؓ بن اسید	بائیس سالہ نوجوان تھے خود حضورؐ نے ابوبکرؓ و علیؓ جیسے سابقین اولین کو پیچھے ہٹا کر ان کو اہل مکہ کا سرخیل بنایا اور اہل مکہ کی کارفرمائی ان کے سپرد کی۔
۳۔ حضرت انسؓ بن مالک	اکیس سالہ نوجوان تھے ابوبکرؓ نے ان کو بحرین کی زکات کا کلکٹر و محصل بنایا اور سابقین اولین کو پیچھے ہٹا دیا۔

۴۔ حضرت یزیدؓ بن ابی سفیانؓ	حضورؐ نے ان کو صنعا کا گورنر بنایا اور ابوبکرؓ نے سابقین اولین کو پیچھے ہٹا کر ان کو آگے بڑھایا اور بدری و اُحدی صحابہ کا کمانڈر بنا کر شام بھیجا۔
۵۔ حضرت عکرمہؓ بن ابی جہل	فتح مکہ کے دن ایمان لائے پچیس سالہ نوجوان تھے ابوبکرؓ نے سابقین اولین کو پیچھے ہٹا کر ان کو آگے بڑھایا اور فوج کا افسر اعلیٰ بنایا۔
۶۔ حضرت معاویہؓ بن ابی سفیانؓ	فتح مکہ میں ۲۶ سال کی عمر تھی۔ عمر فاروقؓ نے ان کو افواج شام کا سپہ سالار اور دمشق کا گورنر بنایا اور حضرت علیؓ جیسے سابقین اولین کو پیچھے ہٹایا۔
۷۔ حضرت عتبہؓ بن ابی سفیانؓ	امیر معاویہؓ کے چھوٹے بھائی تھے حضرت عمرؓ نے قبائل کنانہ میں زکات کا کلکٹر مقرر کیا (طبری ج ۵ ص ۲۹)

ان مثالوں سے معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ و شیخین کسی کے تقرر کے وقت اس کی عمر۔ اس کی قدامت اسلام اور تقدس کا اتنا لحاظ نہیں فرماتے تھے جتنا اس کی صلاحیت کا اور معاملہ فہمی کا لحاظ کرتے تھے اور زیادہ غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ سُنّتِ الٰہیہ بھی یہی ہے کہ سماوات۔ ارض اور جبال جیسے معمر اور جسیم مخلوقات اور ملائکہ ارضی و سماوی جیسے مقدس مخلوقات کے مقابلہ میں "نو عمر بشر خاکی" ہی کو عہدۂ خلافت دیا گیا جس کے بعض خلقی قرائن سے فساد اور خونریزی کے امکانات بہت واضح طور پر پڑھے جا سکتے تھے مگر اس انتظام پر بجز ابلیس کے سب ہی راضی رہے کسی نے بھی یہ نہ کہا کہ دیکھئے سابقین اولین کو چھوڑ کر اس نو عمر کو کیوں عہدہ دیا۔ رہی یہ بات کہ ان نوجوانوں کو حضرت عثمانؓ نے محض اقربا پروری کی وجہ سے مقرر کیا تھا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وجہ محض بدگمانی کی تراشیدہ ہے حضرت عثمانؓ کے ذہن

میں اس کے وجوہ حسب ذیل تھے ۔

۱۔ رسول اللہؐ نے بھی اپنے رشتہ داروں کو عہدے دئے تھے مثلاً انھوں نے اپنے چچازاد بھائی اور داماد علیؓ بن ابی طالب کو ۹ھ میں یمن کا قاضی اور خمس کا متولی بنایا۔ اپنے خسر ابوسفیانؓ صخر بن حرب کو نجران کا اور یزیدؓ بن ابی سفیان کو تیمار کا والی مقرر کیا۔ اوائل ۱۱ھ میں اپنے برادر نسبتی حضرت مہاجر بن امیہ کو صنعا کا گورنر اور اپنے ایک بھتیجے حارث بن نوفل ہاشمی کو جدہ کا عامل مقرر کیا۔ (اسد الغابہ ج ا ص ۳۵۱) اور اپنے دوسرے برادر نسبتی حضرت معاویہؓ کو مرکزی سکریٹری بنایا۔

ان کے بعد عمرؓ فاروق نے اپنے بہنوئی حضرت قدامہؓ بن مظعون کو بحرین کی گورنری دی (اصابہ ج ۳ ص ۲۲۸)

۲۔ مذکورہ اموی جوان سب کے سب مستعد۔ حوصلہ مند۔ معاملہ فہم۔ کارگزار ہیں تو انکی قدردانی کیوں نہ کی جائے۔

۳۔ انھوں نے جن جن امویوں کو عہدے دئے وہ حضرت عثمانؓ کے عزیز ہونے کے ساتھ ساتھ خود حضورؐ کے بھی تو رشتہ دار تھے پس اگر امویوں کو عہدہ دیا تو گویا حضورؐ کے رشتہ داروں ہی کو عہدہ دیا۔ ولید بن عقبہ حضورؐ کے بھانجے تھے۔ سعیدؓ بن عاص حضورؐ کے منظور نظر اور اکرم العرب کا خطاب یافتہ تھے۔ عبداللہؓ بن عامر حضورؐ کے منہ بولے بیٹے اور پھوپھیرے بھائی تھے۔ عبداللہؓ بن سعد بن ابی سرح ایک مستجاب الدعوات صحابی بھی تھے۔

۴۔ سیدنا عثمانؓ دیکھ رہے تھے کہ کوفہ اور فسطاط میں بلکہ خود مدینہ کے بعض لوگ میرے مخالف ہیں اس لئے ان کو اپنے اعتماد کے قابل کام کرنے والے ان کو اگر مل سکتے تھے تو بنوامیہ ہی سے مل سکتے تھے چنانچہ حضرت عثمانؓ نے اپنی روشن ضمیری اور فراستِ ایمانی سے جس کو جس کام

کے لئے چُنا وہ بے نظیر ہی نکلا جس کا اعتراف تمام اپنے اور پرائے مورخوں نے کھلے دل سے کیا البتہ مورکھوں، حاسدوں اور فتنہ پردازوں نے اس وقت سے لے کر آج تک ان عُمّال کے اور سیدنا عثمان کے کارناموں کو برا ہی بتایا یہی وہ دلشکن چیز ہے جس سے حضورؐ نے اپنی دُعا میں خُدا کی پناہ مانگی ہے کہ

اللّٰھم انی اعوذبک من کل خلیلٍ ماکرٍ عیناہ تریانی وقلبہ یرعانی۔ ان رای حسنۃً دفنھا وان رای سیئۃً اذاعھا۔ آمین

اے میرے اللہ! میں آپ کی پناہ چاہتا ہوں ایسے ہر حاسد و منافق دوست سے جس کی آنکھیں تو مجھے دیکھ رہی ہوں مگر جس کا دل مجھے کھا جانا چاہتا ہو۔ کہ میری نیکی دیکھے تو اُسے توچھپا جائے اور بُرائی دیکھے تو اُسے پھیلاتا پھرے

افسوس کہ مودودی صاحب بھی سیدنا عثمان رضؓ غنی کے لئے وہی خلیل ماکر ثابت ہورہے ہیں۔

طعن ۹ مودودی لکھتے ہیں :- ".... حضرت عثمان کی یہ پالیسی بڑے دور رس اور خطرناک نتائج کی حامل تھی لیکن خاص طور پر دو چیزیں ایسی تھیں جو بالآخر سخت فتنہ انگیز ثابت ہوئیں ایک یہ کہ انھوں نے حضرت معاویہ رضؓ کو ایک صوبہ کی گورنری پر مسلسل سولہ سال یا سترہ سال مامور کیا حالانکہ حضرت عمرؓ کا قاعدہ یہ تھا کہ وہ کسی شخص کو ایک ہی صوبہ کی حکومت پر زیادہ مدت تک نہ رکھتے تھے ... مگر حضرت معاویہ رضؓ کے معاملہ میں حضرت عثمان رضؓ نے اسے ملحوظ نہ رکھا وہ حضرت عمر رضؓ کے زمانہ میں چار سال سے دمشق کی ولایت پر مامور چلے آرہے تھے حضرت عثمانؓ نے ایلہ سے سرحد روم تک اور الجزیرہ کے ساحل بحر ابیض تک کا یہ پورا علاقہ ان کی ولایت میں جمع کر کے اپنے پورے زمانہ خلافت بارہ سال میں ان کو اسی پر برقرار رکھا۔ یہی چیز ہے جس کا خمیازہ آخر کار حضرت علی رضؓ کو بھگتنا پڑا .... (تین سطر بعد) حضرت معاویہ رضؓ اس صوبہ کی حکومت پر اتنی طویل مدت

رکھے گئے کہ انھوں نے یہاں اپنی جڑیں پوری طرح جمالیں اور وہ مرکز کے قابو میں نہ رہے بلکہ مرکز ان کے رحم و کرم پر منحصر ہوگیا" (ترجمان۔ جون ۶۵ء)

اس کے جواب میں چند باتیں عرض کرتا ہوں۔ **امر اول**:۔ اقتباس مذکور میں مودودی دہلوی نے اردو میں ایک نیا محاورہ ایجاد فرماکر ہم قصباتیوں کو مرحمت فرمایا ہے "مرکز ان کے رحم و کرم پر منحصر ہوگیا"، ہم قصباتی لوگ تو ایسے موقع پر یوں بولتے ہیں "مرکز ان کے رحم و کرم کا محتاج اور دست نگر ہوگیا"۔

امر دوم:۔ خلفائے راشدین کے دور میں دو یا تین عمال ایسے تھے جو کئی کئی خلافتوں تک مسلسل گورنر رہے۔ اور اس لئے رہے کہ ان کی صداقت، شرافت۔ لیاقت اور صلاحیت کے باعث خلیفۂ وقت نے ان کو ان کی جگہ سے ہٹانا "وضع الشئی فی غیر محلہ" سمجھا۔

۱۔ حضرت علاؓ بن حضرمی: حضورؐ نے ان کو بحرین کے ایک علاقہ کا گورنر بنایا حضرت ابوبکرؓ نے بھی انھیں اسی جگہ بحال رکھا حضرت عمرؓ نے بھی بحال رکھا وہ بحرین کے گورنر مسلسل کئی برس رہ کر عہد فاروقی میں انتقال فرماگئے۔ معلوم نہیں انھوں نے بھی اپنی جڑیں پوری طرح جمالی تھیں یا نہیں؟

۲۔ حضرت عتاب بن اسید:۔ ان کو حضورؐ نے ۸ھ میں مکہ کا گورنر بنایا حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ دونوں نے ان کو اسی جگہ بحال رکھا۔ ۲۲ھ میں انتقال کرگئے۔ انھوں نے مسلسل چودہ برس مکہ جیسی مرکزی جگہ گورنری کی معلوم نہیں انھوں نے اپنی جڑیں وہاں پوری طرح جمالیں یا نہیں؟ میرا خیال ہے کہ مودودی صاحب بس چوک ہی گئے کہ ان اموی گورنر کے بارہ میں حضرت عمرؓ پر کیوں اعتراض نہ کردیا کہ ان کو ان کے وطن مکہ ہی میں رکھا۔ انھوں نے تو وہاں یقیناً ہی اپنی جڑیں پوری طرح جمالی ہوں گی۔ اپنے وطن میں کسی کا مسلسل چودہ سال

گورنر باقی رہنا سخت قابل اعتراض تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ حضور اکرمؐ و صدیق و فاروق صلی اللہ علیٰ نبینا و علیہما الصلوٰۃ والسلام جب کسی صادق و مستعد عامل کو پاتے تھے تو ان کی اصلی پالیسی یہی ہوتی تھی کہ اسے اس کی وفات تک اس منصب پر حکومت کرنے کا موقع دیں۔ خصوصاً اُموی عُمال کو تو میں بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ ان تینوں حضرات میں سے کسی نے بھی کسی اُموی عامل کو نہ معزول فرمایا۔ نہ ادل بدل کیا۔ البتہ اگر غیر اموی کسی عامل کو کبھی ادل بدل کیا تو کسی عارض کی وجہ سے مثلاً اُس سے لوگوں کو جائز یا ناجائز شکایت رہی۔ یا خود عامل نے وہاں قیام پسند نہ کیا۔ یا وہ مستعفی ہوگیا۔

امر سوم :۔ (الف) مورخین تو کہتے ہیں کہ حضرت معاویہؓ ۱۸ھ میں بعہد عمرؓ اپنے بھائی یزیدؓ کے انتقال پر شام کے گورنر بنے اور حضرت عمرؓ کی شہادت ۲۳ھ میں ہوئی اس حساب سے امیر معاویہ حضرت عمرؓ کے عہد میں ۶ سال گورنری کرتے رہے۔ مودودی علم تاریخ میں اتنے تنک مایہ ہیں کہ وہ ان کی مدت چار ہی سال لکھتے ہیں۔

(ب) مورخین یہ بھی کہتے ہیں کہ عہد فاروقیؓ ہی میں حضرت معاویہؓ کی گورنری میں شام۔ فلسطین۔ اردن کا پورا علاقہ جمع ہوچکا تھا چنانچہ استیعاب ذکر عمرو بن العاص میں اگر مودودی دیکھیں تو شاید یہ جملہ بھی ملے کہ ثم جمع الشام کلہا لمعاویہ (یعنی پھر حضرت عمرؓ نے پورا شام کا علاقہ معاویہؓ کے لئے جمع کر دیا) اور البدایہ میں ہے "پھر حضرت عمرؓ نے) سارا کام حضرت معاویہؓ کی گورنری میں جمع کردیا (ج ۸ ص ۱۲۴) اور طبری میں ہے عہد فاروقی ہی میں امیر معاویہ دمشق۔ اردن۔ فلسطین۔ انطاکیہ۔ بلقا۔ سواحل وغیرہ کے گورنر تھے (طبری ج ۲ ص ۲۲۷) مگر مودودی ہیں کہ بُغض معاویہ میں یہی کہے جا رہے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے پورا شام امیر معاویہؓ کی گورنری میں جمع کیا تھا۔ راز اس کا یہ ہے کہ مودودی نے واقدی اور ابن سبا کے عشق میں عقل و دین سب کو خیر باد کہدیا ہے۔

امر چہارم :۔ مودودی لکھتے ہیں کہ "یہی چیز تھی جس کا خمیازہ حضرت علیؓ کو

کو بھگتنا پڑا" مودودی نے تاریخ میں دیکھا کہ ان کے موروثِ اعلیٰ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو سیّدنا امیر معاویہ رضؓ اموی سے جنگ لڑنی پڑی تو جاہلی عصبیت کے اشتعال میں انھوں نے اس کا الزام حضرت عثمان رضؓ اموی کے سر تھوپا۔ شاید مودودی نے جنگ جمل کا قصہ نہیں پڑھا کہ سیدہ عائشہ رضؓ نے بھی حضرت علی رضؓ سے جنگ کی تھی اگر اسے دیکھ پاتے تو میرے خیال میں شاید وہ اس کے اشتعال میں یہ لکھ مارتے کہ (معاذ اللہ) "حضورؐ نے اُن سے جو نکاح کر لیا یہی چیز تھی جس کا خمیازہ حضرت علی رضؓ کو بھگتنا پڑا" ورنہ تاریخ کا عقل و دیانت اور انصاف و ایمان کے ساتھ مطالعہ کرنے والا ایک معمولی سمجھ کا انسان بھی سمجھ لے گا کہ حضرت علی رضؓ کی پریشانیوں کے اسباب حسب ذیل امور تھے نہ کہ حضرت عثمان رضؓ کی پالیسی۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضؓ کو متنبہ فرما دیا تھا کہ "تم کو ایک گمراہ جماعت حد سے زیادہ بڑھا دے گی" اس خبر میں یہ انشا پوشیدہ تھی کہ "تم اُن کی طرف نہ جھکنا اُن سے دور رہنا اُن کی پُرفریب باتوں میں نہ آنا" غور سے دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ وہ گمراہ جماعت کوفیوں کی تھی اور تاریخ و آثار خبر دیتی ہیں کہ حضرت علی رضؓ اُن کوفیوں پر اتنا اعتماد کرتے تھے کہ اگر حضرت مغیرہ رضؓ بن شعبہ صحابی۔ سیدنا حسن رضؓ۔ سیدنا ابن عباس رضؓ نے کوئی مشورہ دیا ہے (مثلاً یہ کہ عمّال عثمانی کو یک قلم معزول نہ کیجئے) تو سیدنا علی رضؓ نے اس کو نہ مانا اور اشتر نخعی جیسے

ع بلکہ یہ حکم حضرات حسنین رضؓ کے لئے بھی اور قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے بھی تھا کہ کوئی مسلمان ایسے لوگوں کی طرف نہ جھکے تو صرف سیدنا حسن رضؓ اور بعد میں متیقظ علما مثل امام ابن تیمیہ شاہ عبدالعزیز۔ مولانا عبدالشکور لکھنوی نے تو اس پر عمل کیا مگر سیدنا حسین رضؓ نے اس پر عمل نہ کیا کوفیوں کی طرف جھکے اور اس کے نتیجہ میں شہید کئے گئے اور ان کے بعد ۹۹ فیصدی بنو فاطمہ بھی حکم رسول کے برابر خلاف کئے جا رہے ہیں کہ روافض سبائیہ امامیہ ہی کی طرف جھکتے اور اہلسنت سے دور رہنا چاہتے ہیں ؎

بروزِ حشر شود ہمچو روز معلومت — کہ با کہ باختۂ عشق در شب دیجور

بد باطن کوفیوں کے مشورہ پر عمل کیا۔ یہ کام ان سے حکم رسولؐ کے خلاف سرزد ہوا۔
(۲) صلح حدیبیہ میں حضورؐ نے قصاصِ عثمانؓ پر سب سے بیعت لی سیدنا علیؓ سے بھی بیعت لی۔ قصاص عثمانؓ لیا جانا عین منشاء نبوی بلکہ منشاء خداوندی تھا اس کا موقع اگرچہ اس وقت حاصل نہ ہو سکا مگر اس کی بیعت حضرت علیؓ کی گردن میں تھی شہادت عثمانؓ کے بعد بہت سے صحابہ نے جن میں طلحہؓ و زبیرؓ و سیدہ عائشہؓ و امیر معاویہؓ وغیرہ شامل تھے قصاص عثمانی کی بیعت نبوی کو یاد کر کے بالاتفاق کہا کہ سیدنا عثمانؓ کا قصاص لینا چاہیئے یعنی یاد دلایا کہ اب بیعت سے عہدہ برآ ہونے کا وقت آگیا ہے اُس موقع پر بھی حضرت علیؓ نے قصاص نہ لیا نہ اس کا ارادہ کیا بلکہ سیدہ عائشہؓ جو قصاص عثمانی ہی کے لئے اُٹھی تھیں اُن سے جنگ کرنے لگے۔ یہ کام سیدنا علیؓ کا منشاء رسولؐ کے خلاف ہوا۔ اس غلط اجتہاد پر مواخذہ تو نہ ہوگا مگر عملی دُنیا میں تو اُمت کو اس سے نقصان پہنچ کر رہا۔
(۳) حضرت علیؓ نے جوارِ رسول چھوڑا تو جورِ سبائیہ میں مبتلا ہوئے۔ یہ کام بھی منشاء خُدا و رسول کے خلاف ہوا۔
(۴) حضرت علیؓ نے کام کے لوگوں۔ اموی عمال کو تو موقوف کیا جن پر گذشتہ چاروں متبرک ادوار میں اعتماد کیا گیا تھا جن کا تجربہ کیا جا چکا تھا اور بنو ہاشم کو حکومت میں بھرا جو صریح سنت رسول و سنت شیخین کے خلاف تھا۔ جس سے کام میں ابتری پھیلی۔
(۵) حضرت علیؓ نے حضرت سعدؓ پر کوفیوں کے الزام لگانے کے واقعہ سے بھی کوفیوں کو نہ پہچانا اور اُن پر مدنی صحابہ سے بڑھ کر اعتماد کیا۔ انصاف سے دیکھئے تو حالات بتلاتے ہیں کہ حضرت علیؓ کو خود اپنی سوء تدبیر اور مسلسل خطائے اجتہادی اور منشاء نبوی سے انحراف کی بدولت یہ سارہ خمیازہ بھگتنا پڑا تھا مگر جب ایک اخبار نویس اس پر اُتارو ہو جائے کہ مجھے محمود احمد عباسی کی انقلاب آفرین تاریخی ریسرچ (خلافت معاویہ و یزید، تحقیق مزید) کا "بہرحال" جواب لکھنا ہی ہے اور اسی کے ساتھ مطالع

ثلاثہ میں سے بھی کوئی چیز اور بھی متحرک ہو جائے تو پھر اس کے قلم سے اسی قسم کی بے سروپا اور بدبودار چیزیں نکلنے لگتی ہیں۔

طعن پنجم :۔ مودودی صاحب لکھتے ہیں :" بنی امیہ کے جو لوگ دورِ عثمانی میں آگے بڑھائے گئے وہ سب طلقا میں سے تھے یعنی آخر وقت تک وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دعوت اسلام کے مخالف رہے۔ فتح مکہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو معافی دے دی اور وہ اسلام میں داخل ہوئے" (ترجمان جون ص ۳۵)

اوپر کے مطاعن میں بھی ناظرین دیکھ چکے ہیں کہ یہی اعتراض عنوان بدل بدل کر کئی طرح آچکا ہے کہیں اس طرح کہ حضرت عثمان رضؓ نے بنوامیہ کو اہم عہدے دئے۔ کہیں یہ کہ انھوں نے اقربا پروری کی۔ اب طلقا اور فتح مکہ کے بعد اسلام لانے والے کہہ کر ایک بار پھر وہی بات دُہرا رہے ہیں۔ ہم اس کا جواب دینے کے لئے چند امور عرض کرتے ہیں :۔

امرِ اوّل :۔ لفظ طلقا کو جس انداز میں مودودی صاحب نے دُہرا دُہرا کر لکھا ہے اُس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مودودی صاحب اس لفظ کے ذریعہ اپنے کام و دہن اور قلب و ذہن کو وہ لذت اور مسرت بخشنا چاہتے ہیں جو ایک بازاری شخص دوسرے کو کوئی موٹی سی گالی دے کر اپنے قلب کو دینا چاہتا ہے۔ اگر واقعی ایسا ہی ہے تو مودودی صاحب نے اپنے علم و ذہن کی سطحیت کا بُری طرح بھانڈا پھوڑا ہے غور کرنا چاہئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و عمل سے لے کر اپنے لغوی مفہوم اور شان نزول تک بھلا کسی مرحلہ میں بھی یہ لفظ اپنے اندر کوئی بُرا مفہوم یا کوئی ہتک آمیز مضمون رکھتا ہے ؟ طلقا معنی ہیں آزاد کے۔ حضورؐ نے جب مکہ فتح کیا تو خود قانون اسلام کے رو سے بھی اور دُنیا کے ہر عقلی و نقلی دستور کے رو سے بھی مفتوحین مکہ حضورؐ کے غلام بنتے مگر حضورؐ نے

ان کی خاندانی رفعت و شرافت۔ اُن کی روحانی صلاحیت کا پورا احترام کیا حضورؐ نے فراستِ ایمانی اور نورِ الٰہی سے دیکھ لیا کہ آج ان پر زنگِ کفر چڑھا ہے مگر یہی لوگ آئندہ اسلام لاکر اسلام کی سربلندی اور دین کی اشاعت کا کام کرنے والے ہیں اس لئے حضورؐ نے نہ اُن کو غلام بنانا پسند کیا نہ انھیں قید فرمایا بلکہ تمام مفتوحین مکہ کو عظیم المرتبت نبیِ فاتح کی شان سے عبید کا نام لگنے سے پہلے ہی پہلے بخوشی طلقا و احرار بحکم خُدا فرمادیا کہ اذھبوا فانتم الطلقاء یعنی تمھیں ڈر لگا ہو گا کہ میں تمھیں غلام بناؤں گا نہیں جاؤ تم کو پوری آزادی ہے تمھاری شرافت آبائی اور حریتِ موروثی بدستور بحال ہے تم غلام نہیں بنائے جاؤ گے یہ ہے شان نزول لفظ طلقا کی۔ یہ تو سچ ہے کہ حضورؐ نے یہ فرما کر اپنی وسیع القلبی اور رحم دلی کا بڑا اعلیٰ نمونہ پیش فرمایا اور اس عالی حوصلگی کے برتاؤ سے مفتوحین کے دل بھی فتح کر لئے اور اُن کے دلوں پر اپنی رسالت اور حقانیت کا سکہ جما دیا مگر خدارا کوئی بتائے کہ اس میں برا مفہوم کب اور کدھر سے آگیا؟ کیا حضورؐ نے بھی مفتوحین کو یہ کلمہ حقارت سے گالی کے طور پر فرمایا تھا؟ میرا یقین ہے کہ اگر معاذ اللہ بفرضِ محال حضورؐ اس کلمہ کو حقارت کی نیت سے فرماتے تو ہرگز اس کا وہ اثر مفتوحین پر نہ پڑتا جو فی الحقیقت پڑا کہ وہ سب رفتہ رفتہ خود اپنے قلبی داعیہ سے پورے اطمینان و خلوص سے حلقۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ یہ لوگ جو فتح مکہ کے بعد ایمان لائے درجہ میں سابقین اوّلین سے یقیناً کم ہیں مگر خود ان مُسلمۃ الفتح کے ایمان کو ناقص جاننا اور یقینی طور پر ان کو مجبوری سے ایمان لانے والا سمجھنا سخت محرومی کی بات ہے۔ مودودی صاحب کو شاید معلوم نہیں کہ جزیرۃ العرب کے بہت سے باشندوں نے اپنے ایمان لانے کو فتح مکہ ہی پر موقوف کر رکھا تھا اور جب یہ قلبی علامت انھوں نے دیکھ لی تو پھر وہ سچے دل سے ایمان لے آئے۔ اگر نفس سبقت

فی الاسلام ہی سے بدارج ملا کرتے تو حضرت عمرؓ و عثمانؓ کا درجہ حضرت علیؓ سے کم ہوتا۔

اب اس پر غور کیجئے کہ مودودی صاحب کی طلقا کی لمز و رمز و اشارہ آخر ہے کن متعین اشخاص کی طرف؟ کیونکہ فتح مکہ کے وقت مکہ میں مختلف قبائل بنو مخزوم۔ بنو امیہ وغیرہ کے ساتھ بنو ہاشم کے لوگ بھی تھے تو کیا مودودی صاحب کا اشارہ ان سبھوں کی طرف ہے؟ جی نہیں مودودی صاحب کو دراصل بنو امیہ کے خلاف زہر اُگلنا ہے اس لئے کہ سبائیہ کے بے پناہ پروپیگنڈوں نے ذیل کے چند تقدیری واقعات کو بنو فاطمہ کے دلوں میں اس وقت سے لیکر آج تک زخم اور ناسور سا بنا دیا ہے۔

(الف) حضورؐ کے بعد تین بار سیدنا علیؓ (مودودی صاحب کے دادا) خلافت کے الیکشن میں مسلسل ہارے اور ان میں تیسرے خلیفہ تقدیر الٰہی سے اموی تھے۔

(ب) چوتھی بار جب حضرت علیؓ خلیفہ ہوئے بھی تو (سبائیہ کی دراندازیوں اور فتنہ انگیزیوں کے باعث) حضرت امیر معاویہؓ اموی مع صحابہ کی ایک جماعت کے سیدنا علیؓ سے لڑے۔

(ج) سبائیہ کے فتنوں کے باعث بنو ہاشم میں آئی ہوئی خلافت سیدنا حسنؓ نے پھر سیدنا امیر معاویہؓ اموی کو دے دی اور انھوں نے کامل بیس برس تک ملک میں امن و امان بحال کر کے بڑے زور کی خلافت کی اور اس طرح اموی نیک نام رہے کہ لوگوں نے اُس سال کا نام عام الجماعت رکھا۔ اور امیر معاویہؓ کا امام الجماعت۔

(د) سبائیہ ہی نے سیدنا حسینؓ کو فریب دے کر یزید اموی کی فوج کے مقابل کھڑا کر دیا اور جب یزید کی کوفی فوج سیدنا حسینؓ کے ہمراہیوں سے جن میں دغابازکوفی ملے جُلے مکہ سے چلے آرہے تھے محض قیام امن کے لئے ہتھیار رکھوانے کی درخواست کر رہی

تھی کہ یکایک اُن دغاباز کوفیوں نے یزید کی فوج پر تلوار چلادی اور لڑائی کی آگ بھڑکادی اور اس قتال فتنہ میں سیدنا حسینؓ بھی شہید ہوگئے جس کو رنگ یہ دیا گیا کہ یزید اموی نے حسینؓ ہاشمی کو شہید کرایا۔

(۵.) اس کے بعد ساٹھ پینسٹھ بار بنو فاطمہ نے حکومت حاصل کرنی چاہی مگر ۱۳۲ھ تک اموی خلفا نے اُن بنو فاطمہ کو بار بار شکست دی۔کسی کو قید کیا۔کسی کو زہر دیا۔کسی کو شہید کیا۔[اس کے بعد عباسی ہاشمی خلفانے بھی بنو فاطمہ کو اسی طرح بے دریغ قتل کیا]
ایک قلب سلیم اور ایمان صحیح والے کے نزدیک تو ان سے کوئی اثر کسی کی دشمنی دل میں رکھنے کا نہ لینا چاہئے جیسے سیدنا علیؓ بن حسینؓ عرف زین العابدین نے اثر نہیں لیا انھوں نے واقعۂ کربلا میں شریک رہنے اور عظیم المرتبت باپ کی شہادت آنکھوں سے دیکھنے کے بعد بھی یزید اموی کے ہاتھ پر بیعت کی اس کے وفادار رہے وظیفہ پاتے اور بنوامیہ سے باہم شادیاں کرتے رہے وہ سمجھتے تھے کہ یہ سب سیاسی قصے اور طلبِ اقتدار کے لازمی نتیجے تھے سبائیہ نے انھیں مقدرات الٰہیہ کو نمک مرچ لگا کر بے پناہ پروپیگنڈوں سے کچھ لوگوں کے دلوں میں ناسور بنادیا ہے اور انھیں میں سے ایک ہمارے مودودی صاحب بھی ہیں۔لہٰذا ان کو عام بنوامیہ کے اندر اور خاص کر اموی خلفاحتیٰ کہ سیدنا عثمان ذی النورین رضی اللہ عنہ کے اندر اور ان کے مقرر کردہ عمال کے اندر کوئی خوبی نظر ہی نہیں آتی ؎

انھیں لے دے کے ساری داستاں میں یاد ہے اتنا ٭ کہ یہ اُمراء اُموی سب ہی ظالم تھے ستمگر تھے

سچ فرمایا حضرت صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ بچائے ایسے خلیل ماکر (مکار دوست) سے جو نیکیاں دیکھتا ہے تو انھیں دفن کردینا چاہتا ہے اور ایک بھی برائی دیکھتا ہے تو ہر طرف اُسے گاتا پھرتا ہے۔

مودودی صاحب کی لغزد راصل ہے حضرات سیدنا معاویہ بن ابی سفیان۔ ولید بن عقبہ۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح۔ عبداللہ بن عامر۔ سعید بن عاص۔ عمرو بن العاص۔ مروان بن الحکم کی طرف۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔ ان کا ذکر پہلے آچکا ہے۔

یہ حال تو اُن متعین صحابہ کا تھا جن کے بارہ میں مودودی صاحب کی لغزش تھی اب اتنا اور پھر سُن لیجئے کہ خلافت عثمانی میں ۲۳ عامل تھے جن کی فہرست طبری میں دیکھی جاسکتی ہے ان میں سے کل چار عامل اموی تھے شام میں حضرت معاویہؓ۔ بصرہ میں حضرت عبداللہ بن عامر یہ دونوں تو برقرار رہے لیکن دو حضرات (ولید بن عقبہؓ اور سعیدؓ بن عاص) گو یکے بعد دیگرے کوفہ کے عامل بنائے گئے تھے مگر کوفہ کے شرپسندوں نے ان کی جھوٹی شکایتیں کیں تو نیک نفس خلیفہ نے قبائلی تعصب سے کام نہیں لیا بلکہ رعایا کا مقصد سمجھ کر ان دونوں کو معزول کر دیا۔ ان عُمّال کے علاوہ جو لوگ مرکز میں یا اہم خدمات ملکی پر مقرر تھے وہ حسب ذیل سات حضرات تھے: مروان بن حکم اموی (کاتب)۔ زید بن ثابت انصاری (قاضی مدینہ) ابو درداء انصاری (قاضی دمشق) عبداللہ بن عباس ہاشمی (امیر حج) عقبہ بن عمر (افسر بیت المال) جابر مُزنی (افسر خراج) سماک انصاری (افسر خراج) قعقاع بن عمرو (افسر افواج مکہ)۔ ان آٹھ عہدے داروں میں صرف مروانؒ تو ضرور اموی تھے باقی دوسرے قبائل کے تھے۔

غرض عہد عثمانی میں تین اموی ایسے تھے جو بڑے عہدوں پر فائز تھے۔ اس کے متعلق امام اہلسنت ابن تیمیہؒ نے ایک غال شیعی (ابن مطہر شیخ حلی کی تردید میں لکھا ہے:-

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات میں بنوامیہ کو گورنری کے عہدے پر فائز کیا۔ حضورؐ کے بعد ابو بکرؓ و عمرؓ نے بھی جو بنو امیہ کی قرابت سے متہم نہ تھے۔ انھیں بڑے بڑے

عہدے دئے۔ قبائل قریش میں کوئی قبیلہ ایسا نہیں جس میں حضورؐ کے مقرر کردہ گورنروں میں بنو عبد شمس (بنو امیہ) سے زیادہ رہے ہوں کیونکہ ایک تو امویوں کی تعداد زیادہ تھی دوسرے ان میں شرافت اور سیادت تھی۔ لہٰذا نبی اکرمؐ نے غلبۂ اسلام کے وقت مکّہ کی مقدس سرزمین کا گورنر عتّاب بن اسید اموی کو بنایا اور نجران کا حاکم ابوسفیان بن حرب کو، تیما اور خیبر کا خالد بن سعید اموی کو اور ابان بن سعید اموی کو بحرین کا گورنر بنایا۔ یہ لوگ حضورؐ اکرم کی وفات تک اپنے عہدوں پر برقرار رہے۔ اسی وجہ سے حضرت عثمانؓ کہتے تھے کہ میں نے ان لوگوں کے سوا کسی کو عامل نہیں بنایا جنھیں نبی کریمؐ اور شیخینؓ نے عامل بنایا تھا اور انھیں کی جنس اور ان کے قبیلہ سے عامل مقرر کیا۔" (منہاج السنۃ ج ۳ ص ۱۷۵)

امر دوم :- ہمارے علم میں صرف نو حضرات ایسے تھے جو فتح مکہ میں یا اس کے بھی بعد اسلام لائے اور خود حضورؐ نے یا شیخینؓ نے ان کو سابقین اوّلین کے مقابلہ میں افسر اعلیٰ یا عامل و گورنر بنایا ان کے اسما یہ ہیں :-

۱۔ حضرت ابوسفیانؓ صخر بن حرب اموی	فتح مکّہ سے ایک شب قبل ایمان لائے تھے۔ حضورؐ نے ان کو نجران کا گورنر بنایا اور ایک معرکۂ جہاد میں ایک آنکھ شہید ہونے پر حضورؐ نے ان کو جنّت کی دُعا و بشارت دی تھی (مگر مودودی صاحب کو ان جنّتیوں پر بڑا غصّہ ہے)۔
۲۔ حضرت عتّابؓ بن اسید اموی۔	حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان کو مکّہ کا گورنر بنایا۔ یہ عہد صدیقی میں بھی اسی عہدہ پر فائز رہے۔
۳۔ حضرت یزیدؓ بن ابی سفیانؓ	حضورؐ نے تیما کا گورنر بنایا۔ صدیق اکبرؓ نے سابقین اوّلین پر افسر اعلیٰ بنا کر شام کے مورچہ پر بھیجا۔ عمرؓ فاروق نے دمشق کا گورنر بنایا۔

۴۔ حضرت عکرمہؓ بن ابی جہل	حضرت صدیقؓ نے بدری و احدی صحابہ پر ان کو افسر اور سپہ سالار بنایا۔
۵۔ حضرت ولیدؓ بن عقبہ	عہد صدیقی میں امیر لشکر اور عہد فاروقی میں ایک صوبہ کے گورنر تھے۔
۶۔ حضرت عثمانؓ بن ابی العاص ثقفی	عہد رسالت میں طائف کے عامل تھے عہد صدیقی میں اور پھر عہد فاروقی میں گورنری کے عہدے پر فائز رہے (اصابہ)
۷۔ حضرت عتبہؓ بن ابی سفیانؓ	عہد فاروقی میں زکات کے کلکٹر تھے۔
۸۔ حضرت عبداللہ بن سعد بن ابی سرح	عہد فاروقی میں مصر کے وزیر مالیات بنے۔
۹۔ حضرت بازان یمنی	عہد رسالت ہی میں یمن کے گورنر بنے۔

ان میں سے چھ حضرات تو عہد رسالت و عہد شیخینؓ سے عہدوں پر فائز تھے صرف تین چار حضرات ایسے تھے جو فتح مکہ کے وقت یا اس کے بعد اسلام لائے اور ان کو عہد عثمانی میں عہدہ ملا۔ اور وہ ہیں حضرات ولیدؓ۔ ابن سعدؓ بن ابی سرح۔ سعیدؓ۔ ابن عامرؓ ان میں سے بھی ولید اور سعید معزول کیے گئے جیسا اوپر ذکر کیا گیا۔ یہ بات ہم اوپر کہیں بیان کر چکے ہیں مگر چونکہ مودودی صاحب نے اس اعتراض وطعن کو بہ تبدیل الفاظ کئی بار دُہرایا ہے اس لئے ہم نے بھی اس کا جواب دُہرا دیا ہے۔

اب ذرا عہد مرتضوی کے عمال کا اور ان کے مرتبہ و کارنامہ کا بھی ذرا جائزہ لینے چلیں اگرچہ پہلے بھی گزر چکا ہے:۔

۱۔ محمدؐ بن ابی بکرؓ	عہد رسالت میں ۶ ماہ کے لگ بھگ عمر تھی تین برس کے

تھے۔ جب والد حضرت صدیق اکبرؓ کا انتقال ہوا تو انکی والدہ نے حضرت علی مرتضیٰؓ سے عقد کر لیا۔ ۲۶ سال کے تھے کہ حضرت علیؓ نے ایک قدیم الاسلام صحابی حضرت قیس بن سعد انصاری کو پیچھے ہٹا کر اور معزول کر کے ان کو مصر کا گورنر بنایا اور "مسلم معاشرے اور ریاست کی رہنمائی کیلئے ایسے ناتجربہ کار کو مقرر کیا (خلفاء راشدین ص۲۶۸)

۲۔ حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ	وفات نبوی کے وقت ۱۳ سال کے تھے۔ عہد عثمانی میں امیر الحج بنائے گئے اور عہد مرتضوی میں ایک قدیم الاسلام صحابی ابو موسیٰ اشعری کو معزول کر کے ان کو کوفہ کا گورنر بنایا گیا۔ حضرت علیؓ کے چچیرے بھائی تھے۔ کوئی علاقہ فتح نہیں کیا۔
۳۔ حضرت عبیداللہؓ بن عباسؓ	وفات رسولؐ کے وقت آٹھ نو سال کے تھے۔ عہد مرتضوی میں عہد صدیقی کے عامل یعلیٰ بن منبہ صحابی کی معزولی کے بعد یمن کے گورنر بنے۔
۴۔ حضرت سعیدؓ ابن عباسؓ	عہد مرتضوی میں ۲۲ سالہ تھے عبداللہ بن حضرمی صحابی کی جگہ مکے کے گورنر ہوئے۔ حضرت علیؓ کے چچیرے بھائی تھے۔ اہل مکہ کی بغاوت فرو نہ کر سکے۔
۵۔ حضرت قثمؓ بن عباسؓ	عہد مرتضوی میں مدینہ کے گورنر بنائے گئے۔ وفات نبوی کے وقت بہت کمسن تھے۔ حضرت علیؓ کے چچیرے بھائی تھے۔
۶۔ جعدہ بن ہبیرہ	حضرت علیؓ کے بھانجے اور داماد تھے۔ عہد مرتضوی میں گورنر کوفہ ہوئے۔

مودودی لکھتے ہیں:۔" وہ (عُمّالِ عثمانی) بہترین منتظم اور اعلیٰ درجہ کے فاتح ہو سکتے تھے اور فی الواقع وہ ایسے ہی ثابت بھی ہوئے لیکن اسلام محض ملک گیری و ملک داری کے لئے تو نہیں آیا تھا دوسرے یہ کہ اسلامی تحریک کی سربراہی کے لئے یہ لوگ موزوں بھی نہ ہو سکتے تھے کیونکہ وہ ایمان تو ضرور لے آئے تھے مگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور تربیت سے ان کو اتنا فائدہ اُٹھانے کا موقع نہیں ملا تھا کہ ان کی سیرت و کردار کی پوری قلب ماہیت ہو جاتی اسلام اولاً اور بالذات ایک دعوتِ خیر و صلاح تھا جس کی سربراہی کے لئے انتظامی و جنگی قابلیتوں سے بڑھ کر ذہنی و اخلاقی تربیت کی ضرورت تھی اور اس کے اعتبار سے یہ لوگ صحابہ و تابعین کی اگلی صفوں میں نہیں بلکہ پچھلی صفوں میں آتے تھے۔ تیسرے یہ کہ عملاً بھی ان (عُمّال) سے جس کردار کا ظہور ہو رہا تھا وہ اُس دور کے پاکیزہ ترین اسلامی معاشرے میں کوئی اچھا اثر پیدا نہ کر سکتا تھا۔ مثال کے طور پر حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کی جگہ ولید بن عقبہ کو کوفہ کا گورنر مقرر کیا گیا تھا۔ اُس کے انتظام سے اوّل اوّل اہل کوفہ بہت مطمئن ہوئے مگر بعد میں یہ بات کُھلی کہ وہ مے نوش ہے اور اُس کے قصّے مشہور ہونے لگے۔ آخر کار ایک روز اُس نے نشے کی حالت ہی میں لوگوں کو صبح کی نماز چار رکعت پڑھا دی پھر پلٹ کر لوگوں سے پوچھا "اور پڑھاؤں؟" یہ واقعہ حضرت عثمانؓ تک پہنچا اس پر شہادتیں پیش ہوئیں اور حضرت عثمانؓ نے ولید (رضؓ) کو کوڑے لگوا کر گورنری سے معزول فرما دیا۔ علاّمہ ابن عبد البر لکھتے ہیں کہ اصمعی۔ ابو عبیدہ۔ ابن الکلبی وغیرہم کا بیان ہے کہ ولید شرابی اور فاسق تھا۔ (ترجمان جون ۶۵ء ص ۳۶-۳۷)

ناظرین ذیل کے چند امور پر دیانت کے ساتھ نظر ڈالیں:۔

عہ ہم قصباتی لوگ یہ جملہ یوں بولتے ہیں چار رکعتیں پڑھا دیں یعنی چار عدد کے معدود کو بصیغہ جمع بولتے ہیں۔ مودودی نے واحد لکھا ہے یہ نئی سی چیز ذوق پر گراں ہے۔

امر اوّل:- عُمّالِ عثمانی کی فہرست اوپر گزر چکی۔ ناظرین نے دیکھا ہوگا کہ ۲۳ میں کل دو یا تین عُمّال وہ ہیں جن کو سیدنا عثمانؓ نے ابتداءً اپنے عہد میں منصب دیا بقیہ ۲۰ عُمّال سابق کے ہیں اب اگر مودودی صاحب اُن بیس عُمّال کے بارہ میں بھی وہ رائے رکھتے ہیں جو مذکورہ اقتباس کی ابتدائی سطور میں بیان ہوئی ہیں تو اس کے معنی یہ ہیں کہ پھر مودودی صاحب کے دل رفض منزل میں غیظِ صحابہ کا ایک دیرینہ ناسور ہے جو حضورؐ کے بھی مقرر کردہ و نظر کردہ صحابہ کے خلاف بھی رستا اور زہر اُگلنے سے باز نہیں آتا اور حضرات ابوبکرؓ و عمرؓ کے بھی مقرر کردہ و معتمد صحابہ کے بارہ میں بھی فاسد مواد اُگلتا رہتا ہے۔ چنانچہ انھیں میں حضرت امیر معاویہؓ بھی ہیں جن کے پہلے بحری جہاد کا منظر حضورؐ کو وحیِ خواب نما میں دکھایا گیا تو آپ ہنستے ہوئے مسرور اُٹھے اور حق تعالیٰ نے حکم دیا کہ امیر معاویہؓ کے بارہ میں اعلان کردو کہ انھوں نے جنت اپنے اوپر واجب کرلی اگر مثلاً امیر معاویہؓ کے بارہ میں مودودی صاحب کا ریمارک کچھ بھی حقیقت رکھتا تو حضورؐ اس وحی خواب نما پر تبسم و ضحک نہ فرماتے ان کے غزوہ کو جہاد فی سبیل اللہ نہ فرماتے۔ اسی طرح حضرات سیدنا عبداللہ بن سعد۔ ولید بن عقبہ۔ سعید بن عاص۔ عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہم بھی ہیں ان کی صحابیت محدثین کے نزدیک مسلّم ہو مگر مودودی صاحب کے نزدیک نہیں وہ ان سبھوں کا ذکر نہایت گستاخی سے کرتے ہیں مودودی صاحب عُمّالِ عثمانی کے صحابہ کو صحابہ کی پچھلی صفوں میں اور ان کے تابعین کو جملہ تابعین کی پچھلی صفوں میں رکھنا ظاہر کرتے ہیں مگر ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ إِنْ يَقُولُونَ إِلَّا كَذِبًا آج سچے مسلمانوں کو مودودی صاحب سے یہی تو شکایت ہے کہ انھوں نے بغض معاویہؓ و بغض عثمانؓ و بغض صحابہ میں ان صحابہ کو صحابہ تو کیا ادنیٰ مسلمان۔ ادنیٰ فقیہ ادنیٰ تابعی کے درجہ میں بھی نہیں رکھا۔

مودودی صاحب جن صحابہ کو "اُمّت کی رہنمائی اور تحریکِ اسلامی کی سربراہی" کیلئے

موزوں نہیں سمجھتے۔ ان میں سے نمونہ کے طور پر ایک حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ و ارضاہ کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ صحابہ نے حضورؐ سے دریافت کیا: ہم آپ کے بعد ہی کس کو اپنا امیر بنائیں؟ حضورؐ نے فرمایا اگر تم ابوبکرؓ کو امیر بناؤ گے تو ان کو دنیا سے بے رغبت پاؤ گے اگر عمرؓ کو امیر بناؤ گے تو ان کو دین کے معاملہ میں نڈر پاؤ گے اور اگر علیؓ کو بناؤ گے اور میں تو سمجھتا ہوں کہ تم (ابوبکرؓ و عمرؓ جیسوں کے ہوتے ہوئے) علیؓ کو خود ہی امیر نہ بناؤ گے لیکن اگر بناؤ گے تو ان کو ہادی۔ مہدی پاؤ گے کہ وہ تم کو سیدھے ہی راستہ پر لے چلیں گے۔" (مشکوٰۃ) حضورؐ نے اس میں جن تین صفات کا اثبات حضرت علیؓ کے لئے فرمایا انھیں تینوں صفات کے لئے سید امام امیر معاویہؓ کو حضورؐ نے اپنی دعائے مقبول دی کہ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا۔ مَھْدِیًّا۔ وَاھْدِ بِہٖ = یہ دعائیں دے کر حضورؐ نے گویا ان کو حضرت علیؓ کا ہم پلہ بنا دیا۔ اب مودودی صاحب ذرا دیکھیں کہ حضورؐ تو سیدنا الامام معاویہؓ کو امت کی رہنمائی اور تحریک اسلامی کی سربراہی" کے لئے موزوں سمجھتے ہیں مودودی صاحب کا ان کو سربراہی کے لئے موزوں نہ سمجھنا حضورؐ کی ان دعاؤں کی تکذیب نہیں تو پھر اور کیا ہے؟

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا ھِیَ ___ اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَالْبَاطِلَ بَاطِلًا

امر دوم: عجیب بات ہے کہ حضرت عثمانؓ سے پہلے ان حضرات (عبداللہ بن سعد۔ امیر معاویہ۔ ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہم) پر کبھی کوئی اعتراض نہیں کیا گیا۔ البتہ جب سبائی تحریک ابھری اور اس نے ان حضرات کے اور سیدنا عثمانؓ کے خلاف خوب خوب اعتراضات تراشے اور طرح طرح کے الزامات و اتہامات لگائے تو ان کی اقتدا میں بہت سے لوگ اور آج جناب مودودی صاحب بھی وہی الزامات لگا رہے ہیں۔ کیا یہ حیرت کی بات نہیں کہ مودودی صاحب کے الزامات ان حضرات کے خلاف عین وہی ہیں جو سبائی کرتے چلے آئے ہیں۔ (اَتَوَاصَوْا بِہٖ؟ بَلْ ھُمْ قَوْمٌ طَاغُوْنَ) حالانکہ انھیں چودہ سو برسوں میں نہ معلوم کتنی سعید روحوں نے

ان تمام معاملات کو سمجھا۔ ماحول کے فتنوں اور مخالفتوں کا صحیح اندازہ کیا اور ایسا صحیح نتیجہ نکالا جس سے ان اکابر پر ایک اعتراض بھی نہیں آنے پاتا اور صحابہ کی نصرت و مدافعت کی۔ چنانچہ طبری لکھتا ہے کہ جب شکایتیں ملنے پر سیدنا عثمانؓ نے تحقیقاتی کمیٹی مقرر کی تو سب نے واپس آکر یہ رپورٹ دی کہ :۔ لوگو ہم نے تو شہروں اور صوبوں میں کوئی ناپسندیدہ بات دیکھی نہیں اور نہ کسی عامل پر عوام یا خواص مسلمانوں میں سے کسی کو کوئی اعتراض ہے۔ (طبری ج ۳ ص ۳۷۹)

اور اس زمانہ کے ایک محقق ڈاکٹر خورشید فارق لکھتے ہیں :۔" ... ولید بن عقبہ ۹ھ سے ۳۰ھ تک سرکاری عہدوں پر رہے۔ سول اور ملٹری دونوں۔ لیکن نہ تو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے عہد میں ان پر کوئی الزام لگا نہ ابوبکرؓ کے عہد میں اور نہ عمر فاروقؓ کی احتسابی نظر ان میں کوئی خامی پا سکی۔ یہ بیس اکیس برس کی بے داغ خدمت اس بات کی شاہد ہے کہ ولید لائق۔ فرض شناس اور صالح آدمی تھے۔ عثمانؓ غنی کے دور خلافت میں ان پر جو الزام لگے وہ ان کی نا اہلی یا بدکرداری کی وجہ سے نہیں بلکہ محض اس وجہ سے کہ مدینہ اور فسطاط کی طرح کوفہ بھی مخالف پارٹیوں کا مرکز تھا۔ جو عثمانؓ غنی اور ان کی حکومت کو مطعون کر کے انقلاب برپا کرنا چاہتی تھیں"۔ (عثمانؓ غنی کے سرکاری خطوط ص ۵۸)

امر سوم :۔ اب میں مودودی صاحب کو دو باتیں ایسی بتاتا ہوں جن کی طرف انکی نظر نہیں گئی سنئے آپ خوب جانتے ہیں کہ انقلابی پارٹی کی موجودگی میں اُن رایوں میں کوئی وزن نہیں ہوا کرتا جو انقلابی شرپسند لوگ حکومت کے خلاف ظاہر کرتے ہیں خود آپ نے

لہ صرف حضرت عمارؓ نہیں لوٹے۔ تبصرۂ محمودی میں ہے کہ مصر کے فتنہ پردازوں نے اس اندیشہ سے کہ یہ واپس جاکر ہماری خفیہ انقلابی انجمن کا راز فاش کردینگے ان کو وہیں ۳۴ھ میں شہید کر دیا واللہ اعلم۔

ابھی حال میں پاکستان کے الیکشن میں ایک ایسا تاریخی جملہ اپنی انقلابی تقریروں میں فرمادیا تھا جس پر صدیوں تک آنے والی نسلیں سر دھنیں گی۔

"جنرل ایوب میں کوئی خوبی نہیں بجز اس کے کہ وہ مرد ہیں اور مس فاطمہ جناح میں کوئی خرابی نہیں بجز اس کے کہ وہ عورت ہیں" (او کما قلت)

کیا آپ یہ جملہ اب یا الیکشن سے پہلے بھی کہہ سکتے تھے؟ کیا آپ حلف لے کر کہہ سکتے ہیں کہ اس میں ذرہ بھر بھی سچائی ہے؟ کیا یہی آپ کے ضمیر کی بھی واقعی آواز ہے؟ الیکشن کی تردیدی و انقلابی جماعتوں کی تکنیک غالباً اپنی مثال سن کر اب آپ اچھی طرح سمجھ گئے ہوں گے دوسری بات یہ ہے کہ کوفہ کے فتنہ پردازوں کو اگر آپ نے اب تک نہ پہچانا ہو تو آئینے میں پہچنوا دوں۔

حضرت عمرؓ کے حکم سے حضرت سعدؓ ہی نے ۱۷ھ میں اس شہر کی بنیاد ڈالی تھی یہ ایران اور عرب کی سرحد پر واقع ہے یہاں ایرانی فتنہ پرداز زیادہ اور سادہ مزاج عرب کم آباد ہوئے۔ اس شہر میں ایران کی اسلام دشمنی کی روایت پروان چڑھائی جاتی تھی سرحد پر ہونے کی وجہ سے فتنوں کی اور فتنہ پردازوں کی تازہ دم کھیپ کی کھیپ برابر وقتاً فوقتاً اس شہر میں درآمد کی جاتی تھی۔ حضرت عمرؓ کے زمانہ کا خود حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کا ایک واقعہ خود صحیح بخاری میں ہے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو وہاں کا گورنر بنایا۔ وہاں سے ان کی متعدد شکایتیں آئیں۔ شکایتوں کی نوعیت بھی سن لیجئے۔ یہ نماز[1] اچھی نہیں پڑھتے۔ یہ جہاد[2] میں دوسروں کو تو بھیجتے ہیں خود نہیں جاتے۔ یہ تقسیم[3] انصاف سے نہیں کرتے۔ یہ مقدمات[4] کا فیصلہ نہیں کرپاتے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو محض مصلحتہً[5] معزول کرکے مدینہ میں بلالیا اور حضرت عمارؓ کو ان کی جگہ گورنر بنا دیا۔ اس کے بعد تحقیقات کے لئے کسی کو کوفہ بھیجا کہ ہر مجمع ہر محلہ ہر مسجد میں جاکر سعد کے متعلق لوگوں کی رائیں پوچھیں پھر شکایتوں کی بھی تحقیق کریں دو اینکٹر

---

[5] اسی کو سیدنا عمرؓ نے اپنی وصیت میں کہا تھا کہ میں نے جو انکو معزول کیا تھا تو کسی نا اہلی یا تقصیر کی بنا پر نہیں معزول کیا تھا۔

گئے ہر محلہ - ہر مسجد میں جا جا کر قسم دے دے کر پوچھا - سب نے ان کی تعریف کی کسی سے کوئی شکایت کہیں نہ سنی - آخر میں ایک محلہ میں جب قسم دے کر انسپکٹر نے پوچھا تو ایک شخص ابو سعدہ نامی اٹھا اور اس نے یہ (مذکورہ) شکایتیں کیں - انسپکٹر اسے مدینہ لے گئے - حضرت عمرؓ کے سامنے دونوں کا بیان ہوا معلوم ہوا کہ صرف فتنہ پردازی حسد - اسلام سے عناد صحابہ سے بغض کا یہ سب کرشمہ تھا - ورنہ سعدؓ جو حضورؐ کے ماموں تھے جو عشرہ مبشرہ کے ایک فرد تھے جو مستجاب الدعوات تھے ان کا دامن ان الزامات سے بالکل پاک تھا - تب حضرت سعدؓ نے اسے تین بد دعائیں دیں جو پوری ہوئیں اور وہ خود کہتا پھرتا تھا - اصابتنی دعوۃ سعد = مجھے سعد کی بد دعا لگ گئی یہ تھا کوفہ اور یہ تھے اہل کوفہ حضرت عثمانؓ سے قبل - اب آیئے حضرت عثمانؓ کے بعد کے کوفہ اور اہل کوفہ سے بھی آپ کا تعارف کرا دوں -

۱ - حضرت علیؓ: حضورؐ کے چچیرے بھائی - داماد - عشرہ مبشرہ کے ایک فرد تھے پھر بھی انھیں اہل کوفہ نے حضرت علیؓ کو پہلے تو اپنی طرفداری کا یقین خوب دلایا اور یہ فریب دے کر ان سے مدینہ چھوڑوایا اور کوفہ کو دار الخلافت بنوایا اس کے بعد ان کا ساتھ چھوڑ دیا - خوب خوب پریشان کیا - ان کے حکم سے برابر سرتابی کرتے رہے ان کو زچ کر دیا کہ آخر میں انھوں نے مجبور ہو کر صفین کے بعد ہی سے حضرت حسنؓ کو وصیت کی کہ معاویہ سے جنگ نہ کرنا بلکہ صلح کر لینا پھر آخر میں ایک کوفی ہی نے ان کو شہید بھی کر دیا - انا للہ -

۲ - حضرت حسینؓ: حضورؐ کے نواسے تھے مگر انھیں کوفیوں نے ان کو طرفداری کا فریب دے کر مدینہ سے کوفہ بلایا - حکومت سے لڑا دیا اور شہید کرا دیا - انا للہ -

۳ - سیدنا حسنؓ: حضورؐ کے نواسے تھے مگر انھیں کوفیوں نے کافر کہا قتل کی دھمکی

دی۔ اتنا پریشان کیا کہ آخر انھوں نے حضرت معاویہؓ سے صلح کرلی۔

۴۔ حضرت عمارؓ کے متعلق کہا انھیں سیاست نہیں آتی۔

۵۔ حضرت ابوموسیٰؓ اشعری کے متعلق کہا ہم ان کو اپنے شہر میں دیکھنا نہیں پسند کرتے جس کوفہ اور اہل کوفہ کے کارنامے حضرت عثمانؓ سے پہلے بھی سیاہ تھے کہ حضرت سعد پر جھوٹے الزامات لگائے اور جو اہل کوفہ حضرت عثمانؓ کے بعد بھی فتنے پھیلا کر علیؓ و حسینؓ کو شہید کرسکتے تھے آپ نے کیسے سمجھ لیا کہ وہ حضرت عثمانؓ کے زمانہ میں فتنہ پردازی سے دروغ بیانی او دروغ حلفی سے تائب ہوکر نیکوکار فرشتہ خصلت بن جائیں گے؟ آپ کی رفض نواز عقل میں نہ آئے تو نہ سہی لیکن ایک بچہ ایک غیر مسلم ایک معمولی اَن پڑھ مسلمان بھی یہ حالات سُن کر یہی نتیجہ نکالے گا کہ حضرت عثمانؓ کے اور ان کے عُمّال حضرت ولید وغیرہ کے خلاف جو آوازیں اُٹھیں جو فردِ جرم تیار کی گئی سب محض اسلام دُشمنی محض بغض صحابہ کا کرشمہ تھا۔ اہل کوفہ کا وسط (دورِ عثمانی) بھی ان کے اول و آخر کے مطابق تھا۔

امر چہارم: مودودی صاحب کے طویل اقتباس میں حضرت سیدنا ولیدؓ بن عقبہ اموی صحابی رسولؐ کا ذکر نہایت بدتہذیبی اور بے ادبی کے ساتھ آیا ہے۔ انھوں نے صحابی رسول کو "اُس۔ وہ مے نوش۔ اس کے قصے۔ اُس نے نشہ میں" ان الفاظ سے لکھ کر میرے دل کو بھی اور بے شمار اہل ایمان کے دل کو بھی ٹھیس لگائی ہے۔ میں نے اب تک تو مودودی صاحب کو کہیں مولانا کہیں علامہ و عبقری اور زیادہ تر مودودی صاحب کر کے لکھا ہے مگر اب انتقاماً میں بھی اسی مودودی کی سطح پر آکر لکھتا ہوں اور آئندہ بھی لکھا کروں گا۔

عہ صحابہ اور خاص کر اموی صحابہ کی شان میں گستاخی ویسا ہی کرتے ہیں اس کا بھائی ابوالخیر بھی اسی کا ہمخیال ہے جس نے سیدنا ابوسفیانؓ کا نام بازاری طرز بیان میں لیا ہے۔ سچ فرمایا حضورؐ نے من ابغضهم الخ

"مودودی جو آج جماعت اسلامی پاکستان کا امیر بن گیا ہے علم دین سے بھی اور علم تاریخ سے بھی بالکل جاہل معلوم ہوتا ہے اس نے استیعاب سے کلبی اور اصمعی جیسے شاعروں اور عیاشوں کی وہ روایت تو لے لی جس سے ایک صحابی کی اہانت اور بے ادبی ہو لیکن اُس کو طبری میں وقائع سنہ ۳۰ ھ سے سیدنا ولید کا صحیح حال نہ سوجھ سکا جس میں صاف لکھا ہے کہ کوفہ کے دو جرائم پیشہ لوگوں نے اپنے بیٹوں کی سزا کا انتقام لینے کے لئے حضرت ولید کی دفتری مہر چرا کر حضرت عثمانؓ سے کہا کہ ولید شراب پیتے ہیں ہم نے ان کو شراب کی قے کرتے دیکھا اور یہ انگوٹھی نشہ میں اُتار لی۔

بات یہ ہے کہ مودودی خود صحابہؓ سے بُغض رکھتا ہے ورنہ جس روایت کو مورخین خود جھٹلا رہے ہوں اُسے اصمعی اور کلبی جیسے شاعر راویوں کے اعتماد پر قبول کرنا اور صحابی رسولؐ پر الزام لگا کر ہی چھوڑنا ہرگز اسلامی طریقہ نہیں۔ قرآن میں ہے "اکثر بدگمانیوں سے بچتے رہو" مودودی ان صحابی کے لئے بے ادبی کے لفظ لکھ کر اس آیت کی تو خلاف ورزی کر ہی رہا ہے۔ میرے خیال میں تو وہ خود حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی بے ادبی کا مرتکب بن رہا ہے کیونکہ حضورؐ نے فرمایا مَن ابغضھم فلبغضی اَبْغَضَھم یعنی جس کو میرے صحابہ سے ناگواری ہو تو اُس بدبخت کو دراصل خود مجھ سے ناگواری ہے مجھی سے ناگواری کے توسط سے وہ ان صحابہ سے بھی ناگواری رکھتا ہے۔ اعاذنا اللہ من ہٰذہ الشقادۃ)۔

میں نے اس حدیث کے مضمون کو نظم کیا ہے مناسبت مضمون کے لحاظ سے اسے یہاں نقل کرتا ہوں:۔

اصحابؓ ہیں جسم اور نبیؐ اُس جسم میں ہیں جان
اصحابؓ ہیں گُل۔ بو ہیں نبیؐ۔ گُل میں ہیں پنہاں

اصحابؓ میں تفریق نہ کر سُن ارے ناداں
اصحابؓ کے مجموعہ میں حضرتؐ ہیں نمایاں

محبوب جو بو ہو تو محبت کرو گل سے (حضورؐ) — اجزا سے ہے نفرت (صحابہؓ) تو یہ نفرت ہے دی گل سے (صحابہؓ) (حضورؐ)

مودودی کے دل کا چور اسی سے ظاہر ہو جاتا ہے کہ اُس نے طبری کے یہ الفاظ لکھنے سے گریز کیا کہ سیدنا عثمانؓ نے جب شہادت کا شرعی نصاب پورا پایا تو ولیدؓ کو معزول بھی کر دیا اور ان کو کوڑوں سے سزا بھی دلوائی مگر وہ ان کو بے قصور سمجھتے تھے اور کوڑے لگانے وقت ان کی زبان پر یہ شفقت اور معذرت آمیز الفاظ بھی تھے۔(طبری ج ۳ صـ ۳۲۹) ہم حد جاری تو کر رہے ہیں مگر جھوٹے گواہ جہنم میں جائینگے اے میرے پیارے بھائی۔ اس ابتلاء پر صبر جمیل ہی سے کام لو۔

نشہ میں نماز پڑھانے اور "اور پڑھاؤں" کہنے والی روایت کا ذکر ہم اس کتاب کے صفحہ ۲۷ و ۲۸ پر کر چکے ہیں مگر یہاں بھی ایک بات اور کہدینا چاہتے ہیں۔

قدیم مورخ مصعب بن ثابت بن عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم کا بیان ہے:۔

"ولیدؓ قریش کے اکابر اور شعراء میں سے تھے اور سخی تھے انھیں حضرت عثمانؓ نے کوفہ کا والی بنایا لوگوں نے ان کی شکایت خلیفہ سے کی کہ انھوں نے شراب پی ہے (نماز کا ذکر نہیں تھا) تو عثمانؓ نے ان کو معزول بھی کیا اور حد بھی لگائی۔ اس قصہ کو شاعر حُطیئہ نے نظم کیا تھا کہ حُطیئہ جب خُدا کے سامنے جائے گا تو اس کی گواہی دے گا کہ ولید یقیناً معذور تھے..." تو دوسرے لوگوں نے ان اشعار میں الحاق و اضافہ کر دیا یہ حطیئہ کا کہا ہوا نہیں ہے کہ:۔

نادی وقد تمت صلاتھم
أأزیدکم ثملاً وما یدری

ولید نے ان کی نماز پوری ہو چکنے کے بعد پکار کر کہا کیا اور پڑھاؤں۔ یہ نشہ میں جھومتے ہوئے کہا۔ انھیں ہوش نہ تھا۔

(تبصرۂ محمودی بر ہفوات مودودی بحوالہ نسب قریش صـ ۱۳۸)

اس بدزبان کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ اتہام سیدنا ولیدؓ بن عقبہ پر ایک ابتلا حق تعالیٰ کی طرف سے ان کے مدارج بڑھانے کے لئے تھا اور سیدنا یوسف، سیدنا زکریا و یحییٰ علیہم السلام کی سنت کے مطابق تھا۔ کیا مودودی اس کی بھی ہمت کرے گا کہ سیدنا یوسفؑ پر اتہام لگائے اور سیدنا زکریا و یحییٰ کے خلاف شورش عوام کو اور انکی شہادتوں کو دیکھ کر وہ ان پیغمبروں کے بارے میں بدگوئی کرے۔ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو حضرت ولیدؓ صحابی کے خلاف کیوں دریدہ دہنی کرتا ہے؟

[انتباہ] مودودی نے حضرت سیدنا ولیدؓ صحابی رسول صلی اللہ علیہما وسلم کیلئے جو تیرہ سو برس پہلے وفات پا چکے ہیں بے ادبی کے کلمات لکھے۔ میں نے خود مودودی کے لئے (اپنی طبع و عادت کے خلاف) ان کی سطح پر آکر اسی طرح کے کلمات کہے تو اسلئے کہ ان کو اندازہ ہو جائے کہ جراحات لسان کا مزہ کیسا ہوتا ہے۔ میں صحابہ کا خادم ہوں اور مودودی سے صاف کہتا ہوں ؎

الا لا یجھلن احد علینا فنجھل فوق جھل الجاھلینا

ممکن ہے کچھ عافیت کوش مودودی کی تردید کو ناپسند کریں یا کچھ فرشتہ خصلت لوگ صحابہؓ کی یہ بدگوئی سن کر اتنے پر اکتفا کریں۔ کہ "صحابہ کی بدگوئی جو کرے گا خدا اس سے خود نمٹ لے گا"، مگر میں کلوخ انداز کا جواب "سنگ" ہی سے دینا زیادہ نافع سمجھتا ہوں میں جانتا ہوں کہ بعض خاموشیاں بعض "بتوں" کے لئے بدآموز بھی بن جاتی ہیں اس وقت "بت شکنی" کرنا عین دین ہوتا ہے اور یہ قرآن کی تعلیم "وجزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا" کے بھی موافق ہے۔

امر پنجم:۔ ناظرین دیکھ چکے کہ سیدنا ولیدؓ پر شرب خمر کا الزام خالص بہتان

اور سو فیصدی غلط ہے لیکن اگر یہ صحیح بھی ہوتا تو ایک عامل کے خفیہ فسق سے نہ تو اسلامی پاکیزہ ترین معاشرے پر کوئی اثر یا خلل پڑ سکتا ہے اور نہ خود اس عامل کی عدالت فوت ہو سکتی ہے اس کے بعد بھی حضرت ولید رضی عادل ہی تھے۔ لیکن اگر ایک فرد کے خفیہ فسق سے بھی معاشرہ پر اثر پڑ سکتا ہے تو ولید رضی تو عہد صدیقی و فاروقی کے عہدہ دار ہیں اور یہ راز کہ وہ (خدا نخواستہ) مَینوش ہیں عہد عثمانی میں جا کر کھُلا تو شاید مودودی صاحب ناظرین کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ ان کی مَینوشی عہد فاروقی و عہد صدیقی وغیرہ سے ہی جاری رہی ہو گی۔ لہٰذا معاشرہ عہد عثمانی سے پہلے ہی خراب ہونا شروع ہو گیا تھا تو اس کے جواب میں دو باتیں کہنا چاہتا ہوں ایک یہ کہ مودودی صاحب کے سبائی بننے پر تو ابن سبا کو مبارکباد دیتا ہوں۔ ؎

اے ابنِ سبا! بجز تو دریں مرغزار دیں — کس را نیوفتاد بدیں فربہی شکار

دوسرے یہ کہ اسی استیعاب میں ایک واقعہ عہدِ فاروقی کا بھی (مودودی) اسی قبیل کا موجود ہے سیدنا عمر کے بہنوئی اور قدیم الاسلام صحابی حضرت سیدنا قدامہ رضی بن مظعون کے خلاف بھی یہی شکایت اور ٹھیک اسی طرح کی گئی تھی کہ ایک نے آ کر گواہی دی کہ قدامہ نے شراب پی۔ اور دوسرے نے گواہی دی کہ میں نے ان کو شراب کی قے کرتے دیکھا حضرت قدامہ رضی نے اس سے انکار کیا مگر قانون اسلام کے ڈسپلن کے لحاظ سے حضرت عمر رضی نے ان کو گورنری سے بھی معزول کر دیا اور ان پر حد بھی جاری کی (استیعاب ذکر قدامہ و طبری ج ۴ ص ۲۰۱) ذرا سوچنے کی بات ہے کہ آخر مودودی نے استیعاب سے لیکر حضرت قدامہ کا حال نہ لکھا اور حضرت ولید کا لکھا اس میں کیا راز ہے ؟ دوسرے لوگ اس کی شاید کچھ اور توجیہ کریں میرے نزدیک جواب یہ ہے کہ مودودی کے امام ابن سبا نے چونکہ حضرت

ڈرامہ کے خلاف ہنگامہ نہیں مچایا اس لئے ابن سبا کے یہ نئے مقتدی یعنی مودودی کیسے
ان کے خلاف آواز اُٹھا سکتے تھے۔ آواز اُٹھاتے تو اقتدار نہ ختم ہو جاتی؟

فصل ۲

دیگر صحابہؓ کے متعلق

طعن اوّل: حضرت مروانؓ کے متعلق مودودی لکھتے ہیں:-

"....دوسری چیز جو اس سے زیادہ فتنہ انگیز ثابت ہوئی وہ خلیفہ کے سکریٹری کی اہم پوزیشن پر مروان بن الحکم کی ماموریت تھی۔ (....کچھ دور چل کر....) ابن عبدالبر کہتے ہیں کہ ثقات میں اس بات پر کوئی اختلاف نہیں ہے کہ حضرت طلحہ رضؓ کا قاتل مروان ہے۔ البدایہ میں علامہ ابن کثیر نے بھی مشہور روایت اسی کو مانا ہے۔" (جون ۱۹۶۵ء رسالہ ترجمان)

اس کے جواب میں حسب ذیل امور عرض ہیں:-

امر اوّل: حضرت مروانؓ پر چونکہ سبائیہ کی نگاہ گرم پڑتی رہی ہے اسی وجہ سے مودودی نے بھی اس اعتراض کو بار بار دُہرایا ہے۔ ہم شاید ان کے متعلق پہلے بھی کہیں لکھ چکے ہیں کہ یہ صغار صحابہ میں تھے۔ فتح مکہ میں دس گیارہ برس کے تھے اور وفات نبوی کے وقت تیرہ چودہ برس کے تھے۔ ان کا معاملہ مختلف فیہ ضرور ہے یعنی صاحب تقریب التہذیب نے لکھا ہے کہ ان کی صحابیت ثابت نہیں مگر حافظ ابن حجر نے ان کے لئے لکھا ہے کہ انھوں نے حضورؐ کی زیارت کی ہے اور تاریخ خمیس والے نے لکھا ہے کہ حضرت

مروانؓ کسی موقع پر حضورؐ سے جا کر ملے ہیں نیز اسؓ نے ان کو فقیہ۔ عالم اور ادیب لکھا ہے۔ اور قیاس بھی یہی چاہتا ہے کہ فتح مکہ میں جب حضورؐ نے خاندان عبد مناف کے بچوں کے سروں پر شفقت سے ہاتھ پھیرا۔ دعائیں دیں۔ یہ اموی نوجوان بھی آپ کی زیارت سے محروم نہ رہا ہوگا۔ امام ابن تیمیہؒ ان کے صحابی ہونے میں اختلاف کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ حضرت مروانؓ ابن زبیر کے ہم عمروں میں ہیں (مطلب یہ کہ پھر یہ بھی ابن زبیر کی طرح صغار صحابہ میں شامل ہیں) مگر البدایہ والنہایہ میں تو علامہ ابن کثیرؒ نے صاف صاف لکھ دیا ہے کہ حضرت مروان ایک جماعت کثیرہ کے نزدیک صحابی ہیں (ج ۸ ص ۲۵۷) بہرحال علما کے نزدیک حضرت مروانؓ ایسے زبردست تابعی ہیں کہ صحابہ نے بھی ان سے روایت کی ہے چنانچہ سہلؓ بن سعد صحابی کی ان سے روایت بخاری میں موجود ہے۔ مودودی کے دادا حضرت علیؒ زین العابدین تابعی کی بھی روایت حضرت مروان سے بخاری باب تمتع والقران میں موجود ہے۔ اور تابعین میں حضرات سعیدؒ بن المسیب۔ عبید اللہؒ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود۔ ابوبکرؒ بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام مخزومی۔ عروہؒ بن الزبیر۔ عراکؒ بن مالک غفاری وغیرہم جیسے کبار فقہا ان کے شاگرد ہیں اس کے علاوہ مؤطا۔ نسائی میں حضرت مروان کے فتاوے موجود ہیں اور شاید سب سے بڑھ کر یہ کہ مودودی کے جد امجد حضرات حسنینؓ حضرات مروان کی امامت میں نماز ادا کرتے تھے (البدایہ والنہایہ) قدیم مصنفین اور مورخین وعلماء محدثین کا حال آپ سن چکے بعد کے مصنفین نے البتہ سبائی پروپگنڈے سے متاثر ہو کر حضرت مروانؓ کے خلاف بہت کچھ لکھا ہے۔

امر دوم: اب شہادت حق کے داعی کی دیانت ملاحظہ کیجئے کہ وہ البدایہ میں اس کا روایت مشہور ہونا بتاتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں ہے البدایہ میں ص ۲۴۱ پر پہلے تو

یہ لکھا ہے کہ حضرت طلحہ کو "سہم غرب" انجان آدمی کا پھینکا ہوا تیر آکر لگا پھر یہ لکھ کر کہ کچھ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ تیر مروان نے پھینکا تھا واللہ اعلم کا لفظ بھی لکھ دیا ہے گویا شبہہ و عدم تصدیق کا اظہار بھی کر دیا لیکن مودودی نے جس صفحہ ۲۴۷ سے نقل کیا اور حوالہ دیا ہے اس میں تو صاف یہ لکھا ہے کہ قد قیل ان الذی رماہ "غیرہٗ" ۔ و ہٰذا عندی اقرب۔ یعنی یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس نے حضرت طلحہ کو تیر مارا وہ مروان نہیں کوئی اور تھا اور میرے نزدیک یہی روایت صحت سے زیادہ قریب ہے۔ پھر بھی مودودی کا یہ لکھنا کہ ابن کثیر نے مشہور روایت اسے مانا ہے شہادت حق کی عجیب مثال اور داعی حق کا بے مثال کارنامہ ہے۔ اگر شہادتِ حق یہی اور داعئ حق ایسا ہی ہے تو بیچاری "جماعت اسلامی" کا اللہ ہی حافظ ہے ع دینِ ایشاں تمام خواہد شد۔

استیعاب کی جو روایت مودودی نے لی ہے اس لئے لی ہے کہ اس کے راویوں میں ایک عبدالسلام بن صالح بقول امام ذہبی کٹر شیعہ ہے اور بقول عقیلی خبیث رافضی ہے سچ ہے "الجنس الی الجنس یمیل"۔

طعن دوم:۔ مودودی لکھتے ہیں:۔

"حضرت عثمانؓ کی پالیسی کا یہ پہلو اگرچہ "بہت سے لوگوں کو ناگوار تھا لیکن بحیثیت مجموعی ان کی خلافت میں خیر اس قدر غالب تھی اور اسلام کی سربلندی کا اتنا بڑا کام ان کے عہد میں ہو رہا تھا کہ عام مسلمان پوری مملکت میں کسی جگہ بھی ان کے خلاف بغاوت کا خیال تکؑ بھی دل میں لانے

عہ تک بھی ممکن ہے دلّی کی زبان ہو۔ ہم قصباتی لوگ دونوں کو ساتھ بولنا بد ذوقوں اور بے شعوروں کا طریقہ جانتے ہیں۔ سراج

کے لئے تیار نہ تھے.... یہی وجہ ہے کہ "جو مختصر گروہ" ان کے خلاف شورش برپا کرنے اٹھا اس نے بغاوت کی دعوتِ عام دینے کی بجائے سازش کا راستہ اختیار کیا۔ اس تحریک کے علمبردار مصر۔ کوفہ اور بصرہ سے تعلق رکھتے تھے .... باہمی قرارداد کے مطابق لوگ جن کی تعداد دو ہزار سے زیادہ نہ تھی مصر۔ کوفہ اور بصرہ سے بیک وقت مدینہ پہنچے۔ یہ کسی علاقہ کے نمائندے نہ تھے بلکہ ساز باز کرکے انھوں نے اپنی ایک پارٹی بنائی تھی..... یہ لوگ اپنی ضد پر قائم رہے اور بالآخر انھوں نے مدینہ میں گھس کر حضرت عثمانؓ کو گھیر لیا" (ترجمان ۔ جون ۲۵۴ھ)

اس کے جواب میں مجھے چند باتوں کی طرف ناظرین کو توجہ دلانی ہے :۔

امر اوّل: اس عبارت میں مودودی نے ایک سانس میں دو متضاد قسم کی باتیں کہی ہیں اس میں "اگرچہ" بہت سے لوگوں کو "ناگوار تھا" بھی ہے اور "مختصر گروہ اٹھا" بھی ہے گویا بہت سے لوگوں کا مطلب ہے مختصر گروہ اور مختصر گروہ کے معنی ہیں بہت سے لوگ پھر اس میں یہ بھی ہے کہ عہد عثمانی میں خیر غالب تھی اور یہ بھی ہے کہ لوگ حضرت عثمانؓ کے خلاف ہو گئے۔

جون کے رسالہ میں تو یہ ہے کہ "عام مسلمان پوری مملکت میں کسی جگہ بھی ان کے خلاف بغاوت کا خیال تک دل میں لانے کے لئے تیار نہ تھے" لیکن مئی کے ترجمان میں جو کچھ لکھ چکے تھے اسے مودودی شاید بھول گئے۔ لکھتے ہیں:۔

"... (حضرت عمرؓ نے ابن عباسؓ سے دیگر صحابہ کے ساتھ حضرت عثمانؓ کی غیبت کرتے ہوئے فرمایا ...) بخدا اگر میں نے ایسا کیا۔ (کہ عثمانؓ کو اپنا

جانشین بنایا) تو عثمان یہی کریں گے (کہ بنو ابو معیط کو لوگوں کی گردنوں پر سوار کر دیں گے) اور اگر عثمان نے یہ کیا تو وہ لوگ ضرور معصیتوں کا ارتکاب کریں گے اور "عوام شورش برپا کر کے عثمانؓ کو قتل کر دیں گے۔"

یعنی مئی میں تو لکھا ہے لوگوں کی گردنوں پر سوار کر دیں گے۔ ظاہر ہے کہ لوگوں سے مراد پوری قلمرو اسلامی کا رعایا و محکوم طبقہ ہی ہے (یہ تو مراد ہو ہی نہیں سکتی کہ بنو ابی مُعَیط صرف سو دو سو ہزار دو ہزار داد کئے جائیں گے) بہرحال عام رعایا پر جب صحابہ بنی ابی مُعَیط کے معاصی کا اثر پڑے گا تو وہی عام رعایا اور عوام عثمان کو قتل کر دیں گے اب جون میں فرماتے ہیں۔ عام رعایا تو بغاوت کا خیال تک بھی دل میں نہ لا سکتے تھے۔ یہ کسی علاقے کے نمائندے نہ تھے۔ ان کی کل تعداد دو ہزار تھی۔ یہ سب مصر۔ کوفہ۔ بصرہ کے تھے باہمی قرارداد سے سازش کر کے ہمخیال بنے تھے۔ اور اکابر صحابہ کے سمجھانے کے بعد بھی وہ بلوائی ضد کر کے حضرت عثمانؓ کو گھیرنے مدینہ میں گھس آئے۔"

کیا یہ فارسی مثل "..... را حافظہ نباشد" کی بدترین مثال نہیں۔

امر دوم: مذکورہ اقتباس میں اگر آپ کچھ تحسینِ عثمانؓ کی بو پائیں تو کہیں اس خوش فہمی میں نہ مبتلا ہو جائیے گا کہ مودودی نے حضرت عثمانؓ کی کچھ تعریف کی ہے جی نہیں۔ توبہ کیجئے۔ جی چاہے تو پھر اور بار بار یہ اقتباس پڑھ کر ذیل کی باتوں پر غور کیجئے۔

(الف) اس میں جہاں یہ ہے کہ "خیر غالب تھی اور سربلندی کا کام" وہاں یہ بھی ہے کہ بحیثیت مجموعی "یعنی خود سیدنا ذی النورین میں نہ خیر تھی نہ نور تھا جو کچھ خیر تھی وہ اس عہد کے دوسرے اکابر کی بدولت تھی جن میں اتفاق سے سیدنا علیؓ۔ حضرات حسنینؓ۔ حضرات عمار۔ مقداد رضی اللہ عنہم جیسے بابرکت و پرنور حضرات تھے۔

اسی طرح اس اقتباس کی پوری عبارت میں یہ بھی تھا جسے میں نے بخوف طوالت نقل نہیں کیا وہاں نقطے لگا دئے ہیں کہ ان بلوائیوں نے فرد جرم سیدنا عثمانؓ پر لگائی تھی وہ زیادہ تر بالکل بے بنیاد الزامات پر مشتمل تھی۔ تو اس کا ایک جملہ یہ بھی تھا کہ حضرت علیؓ نے ان کے ایک ایک الزام کا جواب دے کر حضرت عثمانؓ کی پوزیشن صاف کی مطلب یہ کہ حضرت علیؓ نے یہ احسان حضرت عثمانؓ پر کیا کہ خود بیچ میں پڑ کر الزامات کا معاملہ رفع دفع کیا تب کہیں جا کر حضرت عثمانؓ کی پوزیشن صاف ہو سکی ورنہ وہ الزامات ایسے سنگین تھے کہ ان کی پوزیشن اس وقت بہت نازک ہو گئی تھی۔

(ب) دوسرے جب کوئی اخبار نویس کسی کی برائی کرتے کرتے کوئی تحسین آمیز تحریر لکھے تو سمجھ جائے کہ وہ صحافت کا کرتب ہے وہ حفظِ ماتقدم کے خیال سے برائی کے درمیان درمیان تحسین کے کلمات لکھنا بھی ضروری سمجھتا ہے" تاکہ سند رہیں اور وقتِ ضرورت کام آئیں"۔ مودودی اس فن میں طاق ہیں۔ اس کا علم پہلے پہل ہم کو اس علمی بحث کے مطالعہ کے دوران ہوا جو الفرقان لکھنؤ کے نوجوان مدیر کے اور مودودی صاحب کے درمیان چند سال اُدھر پیش آئی تھی۔ جہاں تک یاد پڑتا ہے وہ بحث یا تو "الائمۃ من قریش" کے بارہ میں تھی کہ یہ پیشگوئی اور خبر ہے یا حکم؟ یا "احکام شرعیہ میں وقتی مصلحت" کے سلسلہ میں تھی۔

بہرحال اس قسم کی تحریر کا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص مودودی پر ان برے ریمارک کی وجہ سے لے دے کرے تو وہ خود اور ان کے ہمخیال ہند و پاک کے تمام اخبار نویس و مدیران رسائل اکبارگی اُسے برا بھلا کہنا شروع کر دیں اور اُسے خیانت و ناانصافی سے متہم کریں کہ پورا لٹریچر نہیں پڑھا ایک ناتمام مضمون پر اعتراض کر دیا۔

دیکھئے اس مضمون میں یہ تحسین کے ریمارک بھی تو ہیں" اور اگر بالفرض کسی ہمخیال ہم مشرب نے اعتراض جڑ دیا کہ یہ آپ نے تحسین کے کلمات کیسے لکھ دیئے تو ان کی تسلی یہ کہکر کر دی جائے کہ اجی اُن چند کلمات پہ نہ جائیے دوسرے ریمارک بھی تو پڑھو۔ غرض اس پالیسی سے بیک وقت باغبان کو بھی خوش اور صیاد کو بھی راضی رکھا جا سکتا ہے۔ اب یہ دوسری بات ہے کہ کراماً کاتبین ایسی تحریر کو بھی "اذا لقوا الذین اٰمنوا قالوا اٰمنا واذا خلوا الیٰ شیاطینھم قالوا انا معکم کے قبیل کی سمجھ کر اس جملہ کے کہنے والوں کے ذیل میں ایسے مصنف کا نام بھی لکھ لیں۔

مودودی لکھتے ہیں :۔

طعن سوم: "..... حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ نے پھر اسی معیار پہ کام کرنیکی کوشش کی جو حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ نے قائم کیا تھا وہ قبائلی تعصب سے بالکل پاک تھے۔ حضرت معاویہؓ کے والد حضرت ابو سفیانؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی بیعت کے وقت ان کے اندر اس تعصب کی روح کو اُبھارنے کی کوشش کی تھی مگر انھوں نے یہ راہ اختیار کرنے سے صاف انکار کر دیا تھا۔ ابو سفیانؓ نے ان سے کہا تھا کہ قریش کے سب سے چھوٹے قبیلے کا آدمی کیسے خلیفہ بن گیا۔ تم اُٹھنے کے لئے تیار ہو تو میں وادی کو سواروں اور پیدلوں سے بھر دوں۔ مگر انھوں نے صاف جواب دے دیا کہ تمھاری یہ بات اسلام اور اہل اسلام کی دشمنی پہ دلالت کرتی ہے میں ہرگز نہیں چاہتا کہ تم کوئی سوار اور پیادے لاؤ۔ مسلمان سب ایک دوسرے کے خیر خواہ اور آپس میں محبت کرنے والے ہوتے ہیں"۔ (امُی ص ۱۹۲) اس کے جواب میں چند امور عرض کرتے ہیں :۔

امر اوّل: مودودی لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے شیخین کے معیار پہ کام کرنے کی

کوشش کی اور ہم نے تو تاریخ میں یہ پڑھا تھا کہ سیدنا عمرؓ کی شہادت کے بعد الیکشن میں جب عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے حضرت علیؓ سے کتاب و سُنّت کے بعد سُنّت شیخین پر عمل کرنے کی شرط کرنی چاہی تو سیدنا علیؓ نے اُسے تسلیم نہیں کیا تھا اور کچھ اس قسم کا جواب دیا تھا کہ میں خود اپنی صوابدید پر عمل کروں گا اور ابن عوفؓ نے جب یہی شرط حضرت عثمانؓ سے کی تو انھوں نے شرط قبول کر لی اس پر ابن عوف نے ان سے بیعت کر کے ان کے انتخاب کا اعلان کر دیا (خضری حصہ دوم ص۱۲) اب اللہ ہی بہتر جانے کہ کونسا نظریہ صحیح ہے؟ حضرت علیؓ نے اگر سنّت شیخین کی شرط پر "نحن رجال و ہُم رجال" کے قسم کی بات کہی ہوگی تو پھر بھلا وہ شیخین کے معیار کی پیروی کیوں کرنے لگے ہوں گے؟

امر دوم: مودودی نے حضرت علیؓ کو لکھا ہے "وہ قبائلی تعصّب سے پاک تھے" اس کے متعلق کیا عرض کروں کچھ شبہ ہونے لگا ہے کہ یا تو ہم لوگوں کی اب تک کی معلومات غلط ہیں یا مودودی غلط کہہ رہے ہیں کیونکہ اب تک تو ہم نے پڑھا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت نزع ہی کے وقت سے حضرات عباسؓ و علیؓ نے خلافت اپنے خاندان میں محصور و محدود رکھنے کی کوشش کرنی چاہی تھی (بخاری) اور حضرت علیؓ نے بیتِ فاطمہؓ میں بنو ہاشم کو جمع کیا تھا (فتح الباری ج ۷ ص ۲۳) حالانکہ وہ دیکھ چکے تھے کہ حضورؐ نے امامتِ نماز میں اپنا قائم مقام ابوبکرؓ کو بنا دیا تھا اور عملاً ان کو خلیفہ مقرر فرما دیا تھا پھر تاریخ میں ہم نے یہ بھی پڑھا تھا کہ سیدنا علیؓ نے خلیفہ ہوتے ہی تمام عُمّالِ عثمانی کو معزول کر دیا (خضری ج ۲ ص ۵۱) جس میں عہدِ رسالت و عہدِ شیخین کے بھی متعدد اُموی عُمّال تھے حضرات عبداللہ بن عباسؓ۔ حسن۔ مغیرہ رضی اللہ عنہم

نے اس اقدام سے روکا تھا (خفری ص۵۱) حضرت علی رضؓ نے ایک طرف تو ان سب کو یک قلم معزول و موقوف کر دیا اور دوسری طرف بنو ہاشم کو عہدے دیے [حالانکہ یہ عمل رسولؐ کے خلاف تھا یا پھر اس عزل و نصب سے امت میں جیسا کچھ انتشار پیدا ہوا وہ تاریخ دانوں سے پوشیدہ نہیں۔ کیا یہ دونوں امور (خلافت اپنے قبیلہ میں رکھنے کی تمنا میں بیتِ فاطمہ میں کمیٹی کرنا اور اموی عمال کو ہٹا کر ہاشمیوں کو رکھنا) قبائلی تعصب سے پاک ہونا ظاہر کرتے ہیں ؟ یہ جو کچھ عرض کیا گیا اب تک معلوم شدہ تاریخ اور بعض احادیث صحیحہ کی رو سے کہا گیا۔ ورنہ اب آئندہ تو غالباً وہی تاریخ چلے گی جو مودودی لکھ دیں گے۔

یہاں بے موقع نہ ہوگا اگر میں ان مورخ جدید کے متعلق محقق فرید علامہ محمود احمد عباسی کے چند جملے تلخیصاً (تبصرۂ محمودی بر ہفوات مودودی سے) اسی مقام کے سلسلہ میں نقل کر دوں :-

وہ لکھتے ہیں :-

"اگر آدمی اپنا، اپنے خاندان کا اپنے گروہ کا یا اپنے قبیلے کا استحقاق ثابت کرے اور جماعت کے اندر رہ کر اختلال پیدا کئے بغیر کامیابی کی کوشش کرے تو اسے کوئی ذی عقل شخص تعصب سے تعبیر نہیں کر سکتا۔ اور اگر مودودی صاحب کے نزدیک یہ قبائلی عصبیت ہے تو اس میں سب مبتلا تھے یعنی انصارؓ جب وہ اپنی خلافت قائم کرنے کے لئے سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے .... اور بنو ہاشمؓ جو چھ مہینہ تک امام وقت سے بقول مورخین ... عدم تعاون کرتے رہے۔ مودودی صاحب کے بیان کی تاریکی میں دیکھنے کی کوشش کی جائے تو سب سے زیادہ قابل اعتراض اور افسوسناک رویہ بنو ہاشم

کا تھا انصار سب کے سب بے تخلف بیعت میں داخل ہو گئے (سوائے حضرت سعدؓ بن عبادہ کے) لیکن بنو ہاشم اس کے لئے تیار نہ ہو سکے" (تبصرۂ محمودی صفحہ ۲۵ و ۲۶)۔

امر سوم: مودودی نے حضرت سیدنا ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی جو گفتگو نقل کی ہے کہ "اگر تم اُٹھنے کے لئے تیار ہو تو میں وادی کو سوار اور پیادوں سے بھر دوں" اس کے متعلق بھی مجھے کچھ عرض کرنا ہے ایک تو یہ کہ حضرت ابو سفیانؓ اگر منافست اور مشاجرت ڈالنا چاہتے تو وہ تو خود ہی سید قریش اور ایسے سپہ سالار افواج و رئیس قوم رہ چکے تھے کہ ان کے بارہ میں سیدنا عباس رضی اللہ عنہ نے خود حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہی کہہ کر سفارش کی تھی کہ ان کی طبیعت میں ریاست و سرداری کی بُو ابھی باقی ہے" اس لئے وہ اگر "سب سے چھوٹے قبیلے" کے آدمی (ابو بکرؓ) کو خلیفہ نہیں دیکھنا چاہتے تھے تو اُن کو تو اپنے لئے اپنی گئی ہوئی سرداری حاصل کرنی چاہیے تھی اس کے لئے وہ حضرت علیؓ کو کیوں تجویز کرتے، اور اگر وہ اپنے سوا کسی دوسرے کو تجویز کرنا ہی چاہتے تھے تو خود ان کے خاندان بنو امیہ میں سرداری کے لئے موزوں آدمی کیا کچھ کم تھے، بس اگر وہ منافست اور اشتعال انگیزی کرنا چاہتے تو پھر وہ حضرت عثمان اموی سے کہتے جو حضرت علیؓ سے افضل اور ان کے قریبی رشتہ دار تھے یا وہ اپنے بیٹے معاویہؓ ہی کو ابھارتے جن کو حضورؐ نے ولایت امر کی بشارت بھی دی تھی۔

دوسرے یہ کہ وادی کہہ کر آپ کیا اسے مکہ کا قصہ سمجھ رہے ہیں؟ کیونکہ عموماً مکہ ہی کے لئے "وادی" کا لفظ بولا جاتا ہے، اگر ایسا ہے تو غلط سمجھ رہے ہیں؟ یہ مکہ کا نہیں مدینہ کا واقعہ ہے اور میرے علم کی حد تک نہ تو مدینہ شریف وادی میں واقع ہے اور نہ اُسے وادی کہا جاتا ہے۔ مجھے تو یاد پڑتا ہے کہ حضرت ابو سفیانؓ نے "مدینہ کی

گلیاں بھر دوں" کا لفظ کہا تھا۔ ذرا مودودی ایک بار پھر اپنے ماخذ کی مراجعت کرلیں۔

امر چہارم:۔ مودودی نے سیدنا علیؓ کا جو جواب نقل کیا ہے اس کا غلط ہونا تو امر سوم مذکور ہی سے معلوم ہو جاتا ہے لیکن اگر اب بھی اس کی صحت پر اصرار ہے تو سُنئے حضرت ابوسفیانؓ کی وہ تجویز اس گندہ ذہنیت سے ہرگز نہیں تھی جو مودودی کے دل میں چھپی ہوئی ہے۔ سبائیوں کو اور ان کے اذناب و اتباع مثل مودودی وغیرہ کو یقین نہ آئے تو نہ سہی مگر حقیقت امر یہ ہے کہ ابوسفیانؓ کو بنو ہاشم سے کوئی ذاتی و قلبی عداوت نہ تھی ان کے اور حضورؐ کے درمیان قبل اسلام ایسے شگفتہ اور خلوص بھرے تعلقات تھے کہ باید و شاید۔ وہ اگر حضورؐ سے لڑے تھے تو محض قوم کی مذہبی مخالفت کا ظاہری ساتھ دینے کو لڑے تھے میں نے اپنے مضمون سیدنا ابوسفیان رضی اللہ عنہ (مطبوعہ رسالہ الفرقان لکھنؤ اپریل ۱۹۶۵ء) میں اسے تفصیل سے لکھا ہے چونکہ امیہ و ہاشم دونوں عبد مناف کی اولاد میں تھے اس لئے ابوسفیانؓ حضرت علیؓ کو اپنے ہی خاندان کا آدمی سمجھتے تھے۔ قبل اسلام انکے اور حضرت عباسؓ کے درمیان بھی باہم گہری دوستی تھی۔ اسی کا خیال کرکے سیدنا عباسؓ نے حضورؐ سے فتح مکہ سے ایک رات قبل ان کی سفارش کی تھی۔ بس اسی یگانگی اور دوستی کے ماحول میں یہ مشورہ دیا گیا تھا مطلب یہ تھا کہ امت مسلمہ کا سردار ہیں بنوں تو بھی ٹھیک ہے اور تم بنو تو بھی بہتر ہے کیونکہ اس صورت میں سرداری رہے گی تو ہمارے ہی خاندان بنو عبد مناف میں؟ اس طرح سرداری جو ہمارے خاندان بنو عبد مناف میں کئی پشت سے اب تک برابر چلی آرہی ہے کہ کعبہ کی تولیت اور سقایت اور عمارت بنو ہاشم میں رہی اور قیادت جیوش اور سیادت قبیلہ بنو اُمیہ کے پاس رہی اسی طرح اب پھر خلافت ہمارے ہی خاندان بنو عبد مناف ہی میں رہے تو بہتر ہے۔ یہ تھا ان کا مطلب! مگر آپ کی سمجھ، میں یہ بھلا کب آسکے گا؟

امرِ پنجم :۔ مودودی نے لکھا ہے کہ "سب سے چھوٹے قبیلہ کا آدمی" اس کے متعلق علامہ عباسی نے ٹھیک لکھا ہے کہ "قریش ایک قبیلہ تھا اور اس کے گھرانوں میں ادنیٰ اعلیٰ کا کوئی تصور نہ تھا سب کے سب ایک دوسرے کے کفو تھے اور گوناگوں نسبتوں میں منسلک۔ ہر گھرانے کو قبیلہ کی کوئی نہ کوئی اہم خدمت سپرد تھی ... وہاں ایک شخص کی عظمت و حرمت کا مدار اس کے ذاتی خصائل و فضائل پر تھا۔" انتہیٰ (تبصرہ محمودی ص۲۳)

امرِ ششم : مودودی نے حضرت ابوسفیانؓ کو تو اپنے نزدیک گویا حسد و اسلام دشمنی کا مجرم بنا ہی دیا۔ لیکن کیا مودودی جانتے نہیں کہ اسی قسم کی ایک بات سیدنا زبیرؓ نے بھی بیتِ فاطمہؓ میں کہی تھی ان کے اوپر آخر مودودی کہ حضرت علیؓ کی طرف سے یہ "صاف جواب دیا" کیوں نہ سوجھا کہ مسلمان سب ایک دوسرے کے خیر خواہ اور محبت کرنے والے ہوتے ہیں" حضرت زبیرؓ نے فرمایا تھا کہ جو شخص علیؓ کی بیعت نہ کرے گا میں اس تلوار سے اس کا سر اڑا دوں گا (طبری ۳/۹۹) یا سیدنا علیؓ نے سیدنا عباسؓ کو یہ "صاف جواب" کیوں نہ دیا کہ "جب ابوبکرؓ کو حضورؐ امام اور ہم سب کا پیشوا بنا چکے تو آپ مجھے یہ کہہ کر "تم تین دن کے بعد "عبید العصا" (بخاری ۲/۱، طبری ۳/۱۹۳) ڈنڈوں کے غلام بن جاؤ گے کیوں اشتعال دیتے اور کیوں اسلام و مسلمانوں میں انتشار پیدا کرنا چاہتے ہیں ؟

طعنِ چہارم : مودودی لکھتے ہیں :۔

" حضرت عثمانؓ کے خون کا مطالبہ جسے لے کر دو طرف سے دو فریق اٹھ کھڑے ہوئے۔ ایک طرف حضرت عائشہؓ اور حضرات طلحہ و زبیر اور دوسری طرف حضرت معاویہ (رضی اللہ عنہم)۔ ان دونوں فریقوں کے مرتبہ و مقام و جلالتِ قدر کا احترام ملحوظ رکھتے ہوئے یہ کہے بغیر چارہ نہیں کہ دونوں کی پوزیشن آئینی حیثیت سے کسی طرح درست نہیں

مانی جا سکتی۔ ظاہر ہے کہ یہ جاہلیت کے دور کا قبائلی نظام تو نہ تھا کہ کسی مقتول کے خون کا مطالبہ لے کر جو چاہے اور جس طرح چاہے اٹھ کھڑا ہو اور جو طریقہ چاہے اسے پورا کرنے کے لئے استعمال کرے۔ یہ ایک باقاعدہ حکومت تھی جس میں ہر دعوے کیلئے ایک ضابطہ اور قانون موجود تھا خون کا مطالبہ لے کر اٹھنے کا حق مقتول کے وارثوں کو تھا جو زندہ تھے اور وہیں موجود تھے۔ حکومت اگر مجرموں کو پکڑنے اور ان پر مقدمہ چلانے میں واقعی دانستہ ہی تساہل کر رہی تھی تو بلاشبہ دوسرے[1] لوگ اس سے انصاف کا مطالبہ کر سکتے تھے لیکن کسی حکومت سے مطالبہ کا یہ کونسا طریقہ ہے اور شریعت میں کہاں اس کی نشاندہی کی جا سکتی ہے کہ آپ سرے سے اس حکومت کو جائز حکومت ہی اُس وقت تک نہ مانیں جب تک وہ آپ کے مطالبہ کے مطابق عملدرآمد نہ کر دے۔

حضرت علیؓ اگر جائز خلیفہ تھے ہی نہیں تو پھر اُن سے اس مطالبہ کے آخر معنی کیا تھے کہ وہ مجرموں کو پکڑیں اور سزا دیں۔ کیا وہ قبائلی سردار تھے جو کسی قانونی اختیار کے بغیر جسے چاہیں پکڑلیں اور سزا دے ڈالیں۔ اس سے زیادہ[2] غیر آئینی طریق کار یہ تھا کہ پہلے فریق نے بجائے اس کے کہ وہ مدینہ جا کر اپنا مطالبہ پیش کرتا۔ جہاں خلیفہ اور مجرمین اور مقتول کے ورثا سب موجود تھے اور عدالتی کارروائی کی جا سکتی تھی بصرہ کا رُخ کیا۔ اور فوج جمع کر کے خونِ عثمان کا بدلہ لینے کی کوشش کی۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا تھا کہ ایک خون کی بجائے دس ہزار مزید خون ہوں۔ اور مملکت کا نظام الگ درہم برہم ہو جائے۔ شریعتِ الٰہی تو درکنار، دُنیا کے کسی آئین و قانون کی رو سے اسے ایک جائز کارروائی نہیں مانا جا سکتا۔

اور اس[3] سے بدرجہا زیادہ غیر آئینی طرزِ عمل، دوسرے فریق یعنی حضرت معاویہؓ کا

تھا جو معاویہؓ بن سفیانؓ کی حیثیت سے نہیں بلکہ شام کے گورنر کی حیثیت سے خونِ عثمانؓ کا بدلہ لینے کے لئے مرکزی حکومت کی اطاعت سے انکار کیا۔ گورنر کی طاقت اپنے اس مقصد کے لئے استعمال کی اور مطالبہ یہ نہیں کیا کہ حضرت علیؓ قاتلینِ عثمانؓ پر مقدمہ چلاکر انھیں سزا دیں بلکہ وہ قاتلینِ عثمانؓ کو ان کے حوالے کر دیں تاکہ وہ خود انھیں قتل کر دیں۔ یہ سب کچھ دورِ اسلامی کی نظامی حکومت کے بجائے زمانہ قبل اسلام کی قبائلی بدنظمی سے اشبہ ہے۔ خونِ عثمانؓ کے مطالبہ کا حق اول تو حضرت معاویہؓ کی بجائے حضرت عثمانؓ کے شرعی وارثوں کو پہنچتا تھا تاہم اگر رشتہ داری کی بنا پر وہ یہ مطالبہ کرنے کے مُجاز بھی ہوسکتے تھے تو اپنی ذاتی حیثیت میں۔ نہ کہ شام کے گورنر کی حیثیت میں۔ حضرت عثمانؓ کا رشتہ جو کچھ بھی تھا معاویہ بن ابی سفیانؓ سے تھا۔ شام کی گورنری ان کی رشتہ دار نہ تھی۔ اپنی ذاتی حیثیت میں وہ خلیفہ کے پاس مستغیث بن کر جاسکتے تھے اور مجرمین کو گرفتار کرنے اور ان پر مقدمہ چلانے کا مطالبہ کرسکتے تھے۔ گورنر کی حیثیت سے انھیں کوئی حق نہ تھا کہ جس خلیفہ کے ہاتھ پر باقاعدہ آئینی طریقے سے بیعت ہوچکی تھی۔ جس کی خلافت کو ان کے زیرِ انتظام صوبہ کے سوا باقی پوری مملکت تسلیم کرچکی تھی۔ اس کی اطاعت سے انکار کردیتے اور اپنے زیرِ انتظام علاقہ کی فوجی طاقت کو مرکزی حکومت کے مقابلہ میں استعمال کرتے اور ٹھیٹھ جاہلیتِ قدیمہ کے طریقہ پر یہ مطالبہ کرتے کہ قتل کے ملزموں کو عدالت کارروائی کے بجائے مدعی قصاص کے حوالہ کر دیا جائے۔ تاکہ وہ خود اُن سے بدلہ لے (؟ لیں") (ترجمان۔ جون ۱۹۶۱ء)

مودودی کے اس طویل بغض معاویہؓ کا عمدہ جواب تو یہی تھا کہ دوسرے علماء کی طرح میں بھی خاموش رہ جاتا۔ کیونکہ بعضوں کا بہترین جواب خاموش ہی ہوتا ہے مگر اس خیال

سے کچھ لکھنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس میں جو "آئینی۔ غیر آئینی۔ پوزیشن۔ فریق۔ عدالتی کارروائی۔ مستغیث بنکر۔ مقدمہ چلانے وغیرہ" کی جاذب فکر ولفظ الفاظ و اصطلاحات لکھے گئے ہیں کہیں سادہ مزاج ناظرین پر ان کا اثر نہ ہو جائے۔ مودودی صاحب شاید اپنی انشاپردازی کے گھمنڈ میں یہ سمجھنے لگے ہیں کہ اُردو دُنیا میں کوئی شخص اُن کی تحریر کی طنز۔ و رمز کا وزن سمجھنے والا نہیں ہے؟ اگر ایسا ہے تو وہ غلط سمجھے ہیں۔ ان کی عبارت پر ایک بار پھر میں ابن سبا یہودی کی روح کو مبارکباد دینا چاہتا ہوں کہ ؎

اے بن سبا! بجز تو دریں مرغزار دیں کس را نیوفتاد بدیں فربہی شکار
مودودی

اللہ اللہ! آج کے ایک اخبار نویس کو بھی یہ دن لگے ہیں کہ وہ داہیۃ العرب۔ کسرٰی العرب۔ صحابیٔ رسول سیدنا الامام امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو "ٹھیٹھ جاہلیت قدیمہ" کا الزام لگائے! بھلا عالمِ اہلسنّت بنکر کاہے کو کسی نے حضرت امیرؓ کو ٹھیٹھ جاہلیت قدیمہ کے تبرّے سے اور حضرات طلحہؓ و زبیرؓ کو "دوسرے لوگ" کے تبرّے سے اور سیدہ عائشہؓ کو "دس ہزار مزید خون کی مجرم" کے تبرّے سے یاد کیا ہوگا؟ اور اس سب کے بعد بھی اہلسنّت بنا پھرتا ہوگا تقیہ ایجاد ہی اسی لئے ہوا ہے کہ اس کی برکت سے ؏ انا الحق کہو اور سُولی نہ پاؤ۔

خیر۔ ہم بے بس لوگ اپنی معلومات کی حد تک آپ کی باتوں کا زہریلا اثر کچھ کم کرنے کے لئے کچھ جوابات اس وقت دیتے ہیں۔ اس کے بعد آپ کے بدگوئی صحابہ اور ظلم دلخراشی اہل اسلام کو اس منتقم حقیقی کے سپرد کرتے ہیں جو سریع الحساب بھی ہے جلّ جلالہٗ کہ وہ آپ کا کچھ حساب تو اسی دُنیا میں اور ہم لوگوں کی زندگی ہی

میں صاف کر دے باقی حساب یوم التغابن میں ہوتا رہے گا۔

بہر حال اس کے جواب میں چند امور عرض کرتا ہوں :۔

امرِ اول: مودودی لکھتے ہیں :۔" خون ناحق کا مطالبہ لے کر اُٹھنے کا حق مقتول کے وارثوں کو تھا" اس قانونی نکتہ کے بعد وہ یہ غلط مفروضہ قائم کرتے ہیں کہ امام مظلوم سیدنا عثمانؓ کے وارثوں نے خون کا مطالبہ نہیں کیا۔ اس کے بعد وہ اس پر پوری عمارت کھڑی کر دیتے ہیں اور ام المومنین سیدہ عائشہؓ اور سیدنا طلحہ و زبیر اور سیدنا امام معاویہ رضی اللہ عنہم تینوں ہی کے موقف کو غیر آئینی گویا مجرم کہکر سیاست کا مسئلہ بتانے کی جسارت کرتے ہیں یہ لکھ کر مودودی نے تاریخ اسلامی سے اپنی ناواقفیت کا اعلان کر دیا۔ اب مودودی مجھ سے سُنیں۔

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعتِ شجرہ کے وقت تمام صحابہ سے جن میں سیدنا علیؓ بھی تھے اور یقیناً تھے قصاص عثمانی پر بیعت لی تھی اس وقت اگرچہ قصاص لینے کی صورت نہ ہو سکی مگر صحابہ کی گردنوں میں اور سیدنا علیؓ کے گردن میں اس بیعت کا قلادہ باقی تھا مطلب یہ تھا کہ جب بھی شہادتِ عثمان ہو (جس کی پیشین گوئی بھی حضورؐ نے کر دی تھی) ان کا قصاص ضرور لیا جائے۔ چنانچہ امام طبرانی نے معجم اوسط میں ایک حدیث حضرت زبیرؓ سے روایت کی ہے :۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے دن ایک کافر قریشی کو باندھ کر قتل کرایا پھر فرمایا آج کے بعد سے کوئی قریشی باندھ کر قتل نہ کیا جائے بجز اس شخص کے جو عثمانؓ بن عفان کو شہید کرے دیکھو اگر ایسا نہ کرو گے تو پھر تم بھی بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کئے جاؤ گے" (جمع الفوائد ذکر عثمان) معلوم ہوا کہ حضورؐ قاتلین عثمانؓ سے

قصاص لینے کو بہت ضروری سمجھتے تھے اور صلح حدیبیہ میں قصاص عثمانؓ پر بیعت لیتے وقت حضورؐ نے اپنے ایک دست مبارک کو دوسرے پر مار کر اس کا بھی اشارہ فرما دیا کہ میں بھی اس قصاص کا حمایتی اور طرفدار اور قصاص میں شریک ہونا پسند کرتا ہوں۔ اس کے بعد کیوں کوئی وارث مطالبۂ قصاص کرنے اُٹھتا؟ کیا آئینی حیثیت سے ایک جائز خلیفہ کی مظلومانہ شہادت پر نئے خلیفۂ اسلام (گورنمنٹ) خود مدّعی قصاص نہیں تھے؟ جبکہ حضورؐ کے ہاتھوں پر اس کی بیعت بھی کر چکے تھے؟

۲۔ خضری ج ۲ ص۵۰ پر صاف لکھا ہے کہ بیعتِ علیؓ کے بعد فوراً صحابہ کی ایک جماعت آئی کہ ہم نے آپ کے ہاتھ پر بیعت اسی شرط پر کی ہے کہ آپ حدود شرعیہ قائم کریں دیکھیے ان لوگوں (بلوائیوں) نے سیدنا عثمانؓ کو شہید کرنے میں شرکت کی" اور بدایہ و نہایہ میں ہے کہ صحابہ و طلحہؓ و زبیرؓ نے صراحۃً قصاص عثمانؓ کا مطالبہ کیا (ج ۷ ص۲۲۷) صحابہ نے جو سیدنا علیؓ سے قصاص عثمانی کا مطالبہ کیا وہ اس وجہ سے تھا کہ اُن صحابہؓ کو حضورؐ کی بیعت، قصاصِ عثمانی پر مستحضر تھی۔ یہ تو صحابہ و عام مسلمین کی طرف سے قصاص کا مطالبہ و یاد دہانی ہوئی اب آگے سُنئے۔

۳۔ خلیفۂ مظلوم کی بیوہ سیدہ نائلہ بھی تو اپنے شوہر کے قصاص کا مطالبہ لے کر "مستغیث بن کر" سیدنا علیؓ کے پاس آئی تھیں۔

تاریخ میں ہے کہ سیدنا علیؓ نے ان سے پوچھا کہ آپ ان کے قاتلوں کو پہچانتی ہیں۔ انھوں نے جواب دیا۔ قاتل چھ آدمی تھے ان میں سے ایک محمد بن ابی بکر تھے انھیں کو پہچانتی ہوں باقی کو نہیں۔ اس پر حضرت علیؓ نے محمد کو بُلا کر جواب طلب کیا وہ یہ کہہ کر الگ ہو گئے کہ میں نے صرف ان کی داڑھی پکڑی تھی میں قتل میں

شریک نہیں تھا۔ اس پر آپ نے محمد کو چھوڑ دیا یہ دیکھ کر سیدہ نائلہ روتی ہوئی واپس چلی گئیں۔ (خلفاء راشدین حاجی معین الدین مرحوم ص ۲۸۷)

اس روایت پر ایک کہنے والا کہہ سکتا ہے اور مودودی ہی کے الفاظ و اصطلاحات "آئینی پوزیشن۔ مستغیث" کا رعب ڈال کر کہہ سکتا ہے کہ "خلافت اسلامی" کوئی قبائلی نظام تو تھا نہیں کہ حاکم وقت اپنے ربیب (محمد) کو قانون اور آئین کی رو سے شریک قتل ثابت ہوتے دیکھ کر محض ایک بودے عذر کی بنا پر بری کر دے بلکہ اسلام ایک خدائی ضابطہ ہے جو دنیا میں امن و امان کا ضامن ہے۔ ایک شخص کو قاتلین کے ساتھ پانے کے بعد اس سے یہ دریافت کرنا حاکم کے لئے ضروری تھا کہ (۱) وہ پانچ کون کون تھے جو تمہارے ساتھ حضرت عثمان رضؓ کے گھر میں گھسے تھے ان کے نام اور پتے حلیے بتاؤ۔ (۲) خود تم نے ایسے جلیل القدر صحابی، خلیفۂ وقت کی ایسی اہانت کیوں کی کہ ان کی داڑھی پکڑی؟ یہ جرم کم نہ تھا۔ اس طرح محمد کو (جن کو خود سیدنا حسن رضؓ و دیگر صحابہ "فاسق" کے نام سے پکارتے تھے) سخت ترین سزا دینی چاہئے تھی۔ پھر کہنے والا یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ خلیفۂ وقت نے ایک مستغیثہ (سیدہ نائلہ) کے آئینی استغاثہ کا کیا شرعی حق ادا کیا اور کیا اخلاقی حق ادا کیا؟ کیا وہ کسی ہمدردی کے لفظ کی بھی مستحق نہ تھیں جن کو نہ سن کر وہ بیچاری روتی ہوئی واپس گئیں۔ صرف سیدنا علی رضؓ قصاص کو پہاڑ سمجھ رہے تھے ورنہ صحابہؓ و سیدہ عائشہ رضؓ نے قصاص ممکن کر دکھایا ہے۔ تاریخ میں یہ بھی ہے کہ جب قصاص کے لئے استغاثہ نائلہ و مطالبہ صحابہ کو چار ماہ گزر گئے اور اس سلسلہ میں کوئی اقدام نہیں کیا گیا بلکہ ان بلوائیوں کے سرداروں کو (مثل اشتر) حضرت علی رضؓ نے اپنا چیف سکریٹری بنا لیا اور بلوائی نیز اشتر، مدینہ میں

شتر بے مہار کی طرح آزاد دندناتے پھر رہے ہیں تب سیدہ عائشہ رضؓ نے قصاص عثمان رضؓ لینے کی تیاری کی اور لطف یہ کہ سیدنا علی رضؓ سیدنا عثمان رضؓ کے زمانہ میں اشتر کی شورہ پشتیاں اور فتنہ پردازیاں دیکھ چکے تھے کہ سیدنا عثمان رضؓ نے پہلے تو ان کی استمالت کے لئے کئی گورنروں کو معزول و معتوب کیا جب پھر بھی اس کی شرارت کم نہ ہوئی تو اس کو مع اس کی مفسد پارٹی کے شہر بدر کرا کے سیدنا معاویہ رضؓ کے پاس پھر ابن خالد رضؓ کے پاس بھیج دیا جہاں گرفت سخت دیکھ کر اس نے توبہ کی تھی (طبری ج ۵ ص ۸۷) پھر اس کے بعد بیعتِ علی رضؓ کے وقت جب اشتر نے ابن عمر رضؓ کو بیعت کرنے کے لئے بلوایا اور ان کے تامل کرنے پر اس نے ابن عمر رضؓ کے قتل کرنے کی اجازت مانگی تو سیدنا علی رضؓ ہی نے اس کے بارہ میں یہ رائے ظاہر فرمائی تھی " اَنَّكَ مَا عَلِمْتُ لَسَيِّئُ الْخُلُقِ صَغِيرًا وَكَبِيرًا " (ترجمہ) جہاں تک مجھے معلوم ہے تو لڑکپن میں بھی بڑا بدمزاج تھا اور بڑے ہونے پر بڑا بداخلاق ہے (خضری ج ۲ ص ۴۸ و طبری) خود اس کا تجربہ کر چکنے کے بعد بھی جو ایسے مفسد کو اپنا چیف سیکریٹری بنا لیا اور اس کو ساری مملکت اسلامیہ کا گویا سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا یہی چیز تھی جس کا خمیازہ سیدنا علی رضؓ کو نظم و نسق میں ابتری۔ بے اطمینانی۔ اپنی پریشانی اور آخر میں شہادت کی صورت میں بھگتنا پڑا۔ مودودی صاحب اس پر تو بہت برہم ہیں کہ سیدنا عثمان رضؓ کے زمانہ میں چیف سیکریٹری حضرت مروان صحابئ رسول کیوں ہوئے؟ حالانکہ جواب صاف یہ تھا کہ حضرت مروان بھی اموی تھے حضرت عثمان رضؓ نے ان پر اعتماد کیا مگر مودودی کو اس پر ذرا بھی برہمی نہیں کہ سیدنا علی رضؓ نے اشتر کوفی جیسے مفسد کو چیف سکریٹری بنایا۔

امر دوم :۔ سیدنا علی رضؓ کی جلالتِ شان اور ان کے علو مکان کا پورا احترام و

لحاظ رکھنے کے بعد بھی اتنا تو ماننا ہی پڑتا ہے جیسا خود سیدنا علیؓ نے آخر میں تسلیم کیا تھا کہ "مجھ سے پہلے جو ایسے فتنے نہیں اُٹھے تھے تو اس کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت امیر شیخینؓ و عثمانؓ اور وزیر ہم تھے اب جو فتنے اٹھے تو اس لئے کہ امیر ہم اور وزیر تم ہو" (او کما قال) یعنی سیدنا علیؓ صرف صلحاء اُمت ہی کے زمانہ میں وزیر (بلکہ امیر) بن سکتے تھے۔ مفسدین کے زمانہ میں امیر بننا اور ان سے نبٹنا ان کے بس کا نہیں تھا وہ متولی کعبہ تھے تو تولیت کعبہ ہی کا کام ان کے لئے مناسب تھا۔

مفسدین سے نبٹنے کیلئے امیر ایسا ہونا چاہئے جس کے گھر میں سپاہ سالاری مسلسل چلی آرہی ہو جو پوتڑوں کا صاحب حکومت رہا ہو۔ سیدنا علیؓ نے نہ تو اس نکتہ پر غور کیا جس کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو منع فرمایا تھا کہ مفسد تم سے قمیص خلافت اُتارنا چاہیں گے تم ہرگز ان کے ہاتھ میں کھلونا نہ بننا اور ان کا کہنا نہ ماننا چاہے اس میں تمہاری جان ہی چلی جائے اور نہ سیدنا علیؓ نے اس پر غور کیا کہ آخر انھیں مفسدین میں گھرنے کے باوجود حضرت عثمانؓ ان کے خلاف کیوں کرتے رہے کیوں نہ ان کی بات مان لی؟ اب میں جو ان میں گھرا ہوا ہوں میں ان کے بس کیوں رہوں کیوں نہ ان مفسدین کے خلاف ہو کر بقیہ صحابہ سے مل جاؤں آج تو میں قصاص عثمان لینے پر قادر نہیں ہوں بہت ممکن ہے کہ صحابہ کو ساتھ لینے کے باعث حق تعالیٰ اتحاد کی برکت سے ایسی قوت عطا فرمادیں۔ مگر حضرت علیؓ نے برابر ہی اپنے قصد و اختیار سے مفسدوں کے ساتھ رہنا پسند کیا انھیں کے اشاروں پر چلتے رہے مفسد جو چاہتے آپ سے کرا لیتے تھے۔ جب یہ بے بسی انتہا کو پہنچ گئی تب سیدنا علیؓ کو سیدنا معاویہؓ کا موقف صحیح معلوم ہونے لگا اور جب بقیہ صحابہؓ اور اُم المومنین سے الگ ہونے کے نتائج آنکھ سے دیکھ لئے تب سیدنا علیؓ نے حضرت حسنؓ کو وصیت کی کہ امیر معاویہؓ سے صلح کر لینا ورنہ شروع میں تو جب سیدنا

عبداللہ بن عباسؓ و سیدنا حسنؓ نے سیدنا علیؓ کو مشورہ دیا تھا کہ ابھی عمال عثمانی کو خصوصاً معاویہؓ کو برطرف نہ کیجئے تو سیدنا علیؓ نے فرمایا تھا کہ میں معاویہ کو دو دن کیلئے بھی عامل نہ رہنے دوں گا (طبری ج ۵ ص ۱۶۰)۔ مگر قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا حق تعالیٰ نے سب کو حسی دلیل سے دکھا اور سمجھا دیا کہ امت کو امیر معاویہؓ ہی کے دور میں امن و امان و صلح و سلام مل سکتا ہے اور انھیں کی آہنی سیاست میں اُمت کی وحدت و جمعیت اس درجہ کو پہنچ سکتی ہے کہ لوگ اس سال کو "عام الجماعت" اور امیر معاویہؓ کو امیر جماعت تسلیم کریں۔ سیدنا علیؓ ان کو دو دن بھی عامل نہیں رکھنا چاہتے تھے مگر قدرت نے ان سے بیس برس تک اس شان سے خلافت (مطلقہ) کا کام لیا کہ امیر عمر بن عبدالعزیز جیسوں کی خلافت، ان کی خلافت کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتی تھی۔ (نکتہ) یہاں یہ بات واضح کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ عام طور پر مسلمان عوام اور اکثر صاحبانِ علم بھی حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کی خلافت کو خلافتِ راشدہ کا نمونہ سمجھتے اور اس لئے ان کی خلافت کو سیدنا معاویہؓ کی خلافت سے افضل جانتے ہیں مگر یہ عقیدہ غلط ہے یہ مستلزم اس کو ہے کہ ایک تابعی اور ولی کا درجہ ایک صحابی کے درجہ سے افضل ہے نعوذ باللہ۔ کوئی مسلمان اس کا قائل نہیں ہو سکتا خوب یاد رکھنا چاہئے کہ مشکوٰۃ (ذکر الیمن والشام) میں ایک حدیث خود سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی روایت سے یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے (رات کو خواب میں) دیکھا ہے کہ میرے سر کے نیچے سے نور کا ایک چمکتا ہوا کھمبا (غالباً مراد خلافت ہے) نکلا اور شام میں جاکر جم گیا (ص ۵۸۳ خواتیم مشکوٰۃ) پھر اس سے قبل متصل ہی سیدنا ابوہریرہؓ کی ایک حدیث یہ ہے کہ حضورؐ نے خود ارشاد فرمایا کہ "خلافت مدینہ میں رہے گی اور بادشاہی شام میں" ان دونوں حدیثوں کے ملانے سے یہ امور مفہوم ہوتے ہیں (۱) خلافت صرف وہ امارت و حکومت ہے جو

مدینہ میں رہے۔ مدینہ سے باہر جو امارت ہوگی وہ خواہ کہیں ہو خلافت نہ ہوگی ملوکیت ہوگی اس لحاظ سے سیدنا علیؓ کی خلافت چونکہ مدینہ میں قائم ہوئی تھی اس وقت تو خلافت تھی جب کوفہ منتقل ہوگئی تو ملوکیت بن گئی غرض ملوکیت حضرت علیؓ سے شروع ہو کر حضرت معاویہؓ تک پہنچی چونکہ وہ بھی دمشق شام میں قائم ہوئی تھی یا حضرت ابن عبدالعزیزؒ کی امارت چونکہ دابق (شام) میں قائم و منعقد ہوئی اس لئے وہ خلافت ہو نہیں سکتی ان تینوں ہی کی امارت "ملوکیت عادلہ و رحیمہ" تھی خود حضورؐ نے فرمایا "اول ہذا الامر نبوۃ و رحمۃ ثم تکون خلافۃ و رحمۃ ثم تکون ملکا و رحمۃ ثم تکون امارۃ و رحمۃ ثم یتکادمون علیھا الخ (ترجمہ) اس کام کی ابتدا نبوت اور رحمت پھر خلافت و رحمت پھر ملوکیت اور رحمت ہوگی پھر لوگ حکومت کیلئے اس طرح جھپٹیں گے جیسے گدھے ایک دوسرے کو کاٹنے کو جھپٹتے ہیں۔ (جمع الفوائد عن معجم کبیر ج اول ص ۲۱۸) لیکن جب ہم مشکوٰۃ کی دونوں حدیثوں کو ملاتے ہیں تو یہ حقیقت بھی منکشف ہوتی ہے گو قلب کے مریضوں پر گراں گزرے کہ شام کی ملوکیت عادلہ و رحیمہ بھی دراصل حضورؐ کا وہی نور ہے جو مدینہ میں تھا۔

مودودی صاحب یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر حضرت علیؓ جائز خلیفہ نہ تھے تو ان سے یہ مطالبہ کیا معنے رکھتا تھا کہ وہ مجرمین کو پکڑ کے انھیں دیں؟ کیا وہ قبائلی سردار تھے کہ کسی قانونی اختیار کے بغیر جسے چاہیں پکڑیں الخ جس شخص کا الجھا ہوا ذہن ایسی منطق پیش کرنے پر اتر آئے اس کے لئے الزامی جواب دینا ہی مناسب معلوم ہوتا ہے اس لئے میں بھی کہتا ہوں "اگر یزید اول رحمہ اللہ جائز امیر نہ تھے تو گورنر سے سیدنا حسینؓ کے اس مطالبہ کے کیا معنے تھے کہ یا تو مکہ واپس جانے دو یا مجھے اپنی سرحد پار کہیں بھیج دو یا یزید کے پاس بھیج دو تاکہ میں (بات طے ہونے پر) اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دوں"۔ اجی جناب! جیسے یزیدؒ امیر ہوئے تھے تو دمشق کے ساتھ اہل مکہ و مدینہ نے بھی اُن کے ہاتھ پر بیعت کی تھی

مگر سیدنا حسینؓ نے نہ بیعت کی تھی نہ ان کی امارت تسلیم کی تھی اسی طرح سیدنا علیؓ کے ہاتھ پر کچھ صحابہؓ نے بیعت کی تھی کچھ نے نہیں کی تھی امیر معاویہؓ نے بھی نہ بیعت کی تھی اور نہ ان کو ان کی امارت تسلیم تھی پھر جیسے یزیدؒ کے عمال وقضاۃ ہر جگہ کام کر رہے تھے اسی طرح سیدنا علیؓ کے عُمّال وقضاۃ بھی ہر جگہ کام کر رہے تھے اب اگر حضرت معاویہؓ نے یہ دیکھ کر کہ قاتلین عثمانؓ سیدنا علیؓ پر حاوی ہیں ان کے قابو سے باہر ہیں اس لئے ایک مطالبہ یا مشورہ یا نصح اسلامی میں ایک تجویز پیش کر دی کہ قاتلین عثمانؓ کو یا ان کے سرغنوں کو (جن کو سیدنا علیؓ پہلے بھی جانتے رہے ہوں گے ورنہ صفین میں جب قرآن اُٹھانے پر سیدنا علیؓ کی فوج کے ایک حصہ نے صاف کہدیا کہ جنگ بند کیجئے ورنہ جس طرح ہم نے عثمانؓ کو قتل کیا ہے اسی طرح آپ کو بھی قتل کر دینگے اس وقت تو قاتلین ممتاز و معلوم ہو ہی گئے تھے) اگر میرے سپرد کر دیں تو میں ان سے انتقام وقصاص لے لوں تو یہ کون سی بُری بات ہوگئی؟ اگر سیدنا معاویہؓ نے سیدنا علیؓ سے قاتلین کا مطالبہ کیا تو اس لئے کیا کہ گو میں نے سیدنا علیؓ کی بیعت نہیں کی مگر سیدنا علیؓ نے آخر کچھ عمال وقضاۃ ہر جگہ مقرر کئے ہیں کچھ لوگ ان کو خلیفہ مانتے ہی ہیں اور قاتلین عثمانؓ انھیں کی فوج میں ہیں ان کو ان پر قانونی اختیار بھی حاصل ہے اسلئے انھیں سے مطالبہ کرنا چاہیئے۔ تعجب ہے کہ آئینی اور پوزیشن استعمال کرنے والے اخبار نویس کی سمجھ میں اتنی موٹی بات بھی نہیں آئی!

مودودی صاحب نے سیدنا علیؓ کی بیعت کو "آئینی حیثیت، پوری مملکت تسلیم کر چکی تھی" لکھ کر اپنے مطالعہ اور تاریخ کا سخت افسوسناک مظاہرہ کیا ہے میں تاریخی حقیقت کو تو اہلِ علم وانصاف کے مطالعہ تاریخ پر موقوف کرتا ہوں مگر یہاں اتنا

ضرور کہدینا چاہتا ہوں کہ مودودی صاحب نے اپنا یہ عقیدہ لکھ کر گویا ان تمام صحابہؓ پر نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ "نقض بیعت اور عصیان خلافت" کے الزامات لگا چاہے ہیں

(الف) جنھوں نے سیدنا علیؓ کی بیعت سے تامل و انکار کیا تھا مثلاً کچھ اہل مدینہ نے بیعت نہ کی اور شام کو بھاگ گئے (خضری ج ۲ ص ۴۵) اور ابو سعید خدری حسان زید بن ثابت وغیرہم رضی اللہ عنہم۔

(ب) جنھوں نے جنگ جمل و صفین میں سیدنا علیؓ یا ان کے نائبین (سیدنا حسنؓ و عمارؓ) کی دعوت پر تلواریں توڑ دی تھیں اور اس کو قتال فتنہ کہکر صاف خلیفہ مسلّم کی اطاعت سے انکار کردیا مثلاً عبداللہؓ بن عمرؓ نے حضرت علیؓ کے حکم کے باوجود حضرت معاویہؓ کے مقابلے میں جانے سے انکار کردیا۔ (العواصم ص ۱۴۷ حاشیہ ۲) اہل مدینہ نے بھی حضرت علیؓ کا حکم نہ مانا (ایضاً) خود سیدنا حسنؓ بھی مخالف تھے (ایضاً) لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

امر سوم: مودودی لکھتے ہیں (..... جس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ دس ہزار مزید خون ہوں) شاباش! اتنا یا اس سے زیادہ ابن سبا کی حمایت اور سیدہ عائشہؓ کی و سیدنا عثمانؓ کی عداوت میں شاید ہی کوئی شخص کچھ لکھ سکتا یا لکھ سکا ہو! جنگ جمل میں تمام اُمت مسلمہ کا متفقہ عقیدہ و یقین ہے کہ سیدنا علیؓ و سیدہ عائشہؓ کے مابین "مصالحت کے بعد" حضرت علیؓ کے اس اعلان پر کہ "کل کوئی شخص قاتلین عثمانؓ میں سے ہمارے ساتھ نہ جائے" رات میں سبائیوں نے فریب و فتنہ پردازی کی نیت سے لڑائی چھیڑ دی طرفین کے لوگ حیرت اور غصہ میں بلا تحقیق آپس میں لڑنے لگے اس طرح دس ہزار خون ہوئے مگر آپ نے آج ابن سبا کی وکالت کی اور اُمّ المومنین کو مجرم ٹھہرایا اب اس کی داد حضرت مالک علیہ السلام ہی دینگے سچ کہا ہے

ع یکے بر دزدئ دل رفت و پردہ دار یکے

اس عبارت پر کچھ ایسا تکدر ہونے لگا ہے کہ اب کچھ لکھنے کو جی نہیں چاہتا اس لئے اب میں

خاتمہ اپنی اس تحریر کو ختم کرتا ہوں۔ لہجہ کی سختی و تلخی کا خود مجھے اعتراف ہے اور پہلے کہہ چکا ہوں کہ وہ قصدی ہے۔ ع آشکارا دم زعصیاں می زنم

مگر یہ لہجہ اختیار اس لئے کرنا پڑا کہ سیدنا عثمانؓ کی برائی سننے کے بعد میرے نزدیک مسلمان کو خاموشی جائز نہیں کہ سیدنا عثمانؓ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے خاتم تھے آپ کی برائی سننے کے بعد خاموش رہنا خود حضورؐ کی شانِ نبوت کے خلاف سن کر خاموش رہنے کے برابر ہے۔ سیدنا عثمانؓ و علیؓ کی شہادتوں میں حضورؐ نے بھی فرق فرمایا ہے کہ سیدنا عثمانؓ کی خلافت کو تو اہم ترجان کر اس کی حفاظت کا حکم فرمایا تاکہ شانِ نبوت پر اثر نہ پڑسکے مگر سیدنا علیؓ کو حفاظت خلافت کا کوئی حکم نہیں دیا۔

بہر حال سیدنا معاویہ۔ مغیرہ۔ عمرو بن عاص۔ نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہم بھی اگرچہ صحابی ہیں اور اگرچہ ان کے خلاف باتیں سن کر بھی خاموش نہ رہنا چاہئے مگر تاہم محرم کے سالانہ ڈھول تاشے اور مجلسوں کے شربت اور بتاشے اور علَم و تعزیہ کے تماشے وغیرہ تو اس کا سبب ضرور بن سکتے ہیں کہ مسلمان کربلا کی سیاسی جنگ میں ان صحابہ کو کسی درجہ میں شریک یا مجرم سمجھ بیٹھیں (چنانچہ بہت سے سُنّی ان حضرات سے بدعقیدہ ہیں) کبھی جس کا نتیجہ قیامت میں دیکھیں گے) مگر غضب خدا کا۔ جب مودودی جیسا سمجھدار انسان بھی مصر کے ڈاکٹر طہٰ حسین جیسے دہریوں کے چبائے ہوئے نوالے دوبارہ چبانے لگے تو افسوس بھی ہوتا ہے اور تعجب بھی اور پھر اس پر غصہ بھی آتا ہے خدا کرے یہ غصہ خدا کی

رضا کے لئے ہو۔ صحابہ کی نصرت میں خلوص کے ساتھ ہو تو اُمید ہے کہ لب و لہجہ کی تلخی سے ناگواری کا اثر نہ خود مودودی کے دل پر پڑے گا اور نہ پڑھنے والوں کے دل پر۔ کیونکہ سُنا ہے کہ حق کے لئے غُصّہ کا اثر اور نتیجہ دُنیا میں اچھا ہی نکلتا ہے اس سے رشد و ہدایت کا ہی ظہور ہوتا اور مخاطب راہِ راست پر آجاتا ہے۔ میں نے اس تحریر میں اپنے علم و تحقیق کی حد تک محققین اہلسنّت والجماعت کے متفقہ عقائد کی اطلاع مودودی صاحب کو کر دی ہے انھیں میرا مشورہ ہے کہ جلد سے جلد توبہ کریں اور توبہ نامہ شائع کریں تاکہ ان کی توبہ کی بھی اطلاع مسلمانوں کو ہو جائے۔ اب توفیقِ حق دینا خدا کے ہاتھ میں ہے اور راہِ حق معلوم ہونے کے بعد اس پر چل پڑنا اور باپ دادا کے غلط عقائد کو چھوڑنا مودودی کا کام ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو نیک ہدایت دے اور اس پر استقامت بھی نصیب فرمائے۔ آمین۔

اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْٓ اِلَّا بِاللّٰہِ!

والسَّلَامُ علیٰ من اتَّبَعَ الھُدیٰ۔

سراج الحق مچھلی شہری
عفی عنہٗ

حسن منزل۔ الہ آباد
اکتوبر ۱۹۶۶ء